آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✤ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۳ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء نمبر ۱

فہرست مضامین

چندہ سالانہ .... عہ

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا

اعلان

(۱) سال سنہ ۱۹۰۳ء اب ختم ہوچکا ہے۔ لہذا جن خریداران کے ذمہ سال مذکورہ یا ماسبق سال کا کچھ بقایا ہے۔ وہ جملہ بقایا ذ گی خود بھیجکر جلدی بے باقی حساب کرین تاکہ خاص طور پہ یاد د ہانی یا وی پی بھیجنے کی ضرورت پیش نہ آوے جو جانبین کے لئے سراسر حرج اور ناحق کی زیر باری کا باعث ہے

(۲) میگزین کی مد کے متعلق جس قدر رقوم خواہ بذریعہ منی آرڈر یا دستی بھیجے جاوین ان کے ساتھ تفصیل آنی چاہئے کہ یہ روپیہ کس مد کا ہے آیا اعانت کا ہے یا خریداری کا یا خیراتی فنڈ میگزین کا۔ اور کس کس صاحب کیطرف سے ہے۔ عدم تفصیل کی وجہ سے اندراج رجسٹرہائے نامکمل رہتا ہے جس سے حساب مین مغالطہ کا اندیشہ ہے +

(۳) چونکہ باستثنائے وی پی کے باقی جسقدر رقوم متعلق میگزین بذریعہ منی آرڈر یا دستی وصول ہوتی ہین ان کی وصولی پر ساتھ ہی باضابطہ رسیدات دیجاتی ہین۔ اسواسطے اب آیندہ علیحدہ رسیدات رسالہ کے ساتھ شایع نہین ہوا کرین گی +

(۴) اکثر خریداران خط وکتابت کرتے وقت اپنا نمبر خریداری نہین لکھتے۔ اس طرح بوجہ تعداد خریداری بہت بڑھ جانے کے تلاش نام مین بڑی دقت پیش آتی ہے جس سے ایک گونہ تضیع اوقات وطوالت کام کی ہوتی ہے۔ آیندہ نمبر خریداری نہ لکھنے کی صورت مین توقف جواب یا عدم تعمیل کی شکایت بیجا تصور ہوگی + (۵) سنوات گذشتہ کے اکثر نمبر بوجہ کثرت خریداری ختم ہوگئے تھے جنکو دوبارہ چھپوایا گیا ہے۔ اب چند یوم ہی مین چھپکر تیار ہو جاوینگے جن خریداران کو ان نمبرون مین سے پہلے نہین ملے انکو جلدی بھیجے جاوینگے اور جو صاحبان یہ نمبر یا سالہائے گذشتہ کی مکمل جلد اکھٹی لینا چاہتے ہین انکے لئے بھی مناسب ہے کہ جلدی درخواستین بھیجین ورنہ بصورت توقف انکو تیسری ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔ (۶) جو کاغذ اب اُردو رسالہ کیواسطے منگایا گیا ہے وہ عمدہ قسم کا ہے اسواسطے آیندہ ولایتی کاغذ پر الگ رسالہ چھپوانیکی ضرورت نہین رہی جن صاحبان نے دو روپیہ سے زاید رقم دی ہے یا آیندہ دینگے وہ انکی خواہش کے مطابق یا تو آیندہ چندہ مین بطور پیشگی محسوب ہوگی یا مد اعانت اشاعت میگزین مین لگائی جاویگی۔ جو انکے لئے بھی باعث حصول ثواب عقبی ہوگا + والسلام۔ منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نماز کی حقیقت

خلاصہ تقریر حضرت مسیح موعودؑ مورخہ ۱۸ جنوری ۱۸۹۹ء

نماز کیا ہے؟ یہ ایک خاص دعا ہے مگر افسوس ہے کہ لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہین۔ نادان اتنا نہین جانتے کہ بھلا خدا تعالےٰ کو ان باتون کی کیا حاجت ہے؟ اس کی غناء ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان دعا اور تسبیح وتہلیل مین مصروف ہو بلکہ اس مین انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق سے اپنے مطلب کو پہونچ جاتا ہے مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آج کل عبادت اور تقوےٰ اور دینداری سے محبت نہین ہے اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے اور عبادت مین جس قسم کا مزا آنا چاہئے وہ مزا نہین آتا دنیا مین کوئی ایسی چیز نہین جس مین لذت اور ایک خاص حظ اللہ تعالےٰ نے رکھا نہ ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزا نہین اٹھا سکتا اور وہ اُسے تلخ یا بالکل پھیکا سمجھتا ہے اسی طرح سے وہ لوگ جو عبادت الٰہی مین حظ اور لذت نہین پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہئے کیونکہ جیسا مین نے ابھی کہا ہے دنیا مین کوئی ایسی چیز نہین ہے جس مین خدا تعالےٰ نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت مین اس کے لئے ایک لذت اور سرور نہ ہو؟ لذت اور سرور تو ہے مگر اس سے حظ اٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اب انسان جبکہ عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے تو ضروری ہے

کہ عبادت مین لذت اور سرور بھی درجہ غایت کا رکھتا ہو۔ اس بات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربہ سے خوب سمجھ سکتے ہین۔ مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا کی ہین تو کیا ان سے وہ ایک لذت اور حظ نہین پاتا ہے؟ کیا اس ذائقہ اور مزے کے احساس کے لئے اس کے منہ مین زبان موجود نہین؟ کیا وہ خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر نباتات ہون یا جمادات حیوانات ہون یا انسان حظ نہین پاتا؟ کیا دل خوش کُن اور سریلی آوازون سے اس کے کان محظوظ نہین ہوتے؟ پھر کیا کوئی دلیل اور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت مین لذت نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے عورت اور مرد کو جوڑہ پیدا کیا اور مرد کو رغبت دی ہے اب اس مین زبردستی نہین کی بلکہ ایک لذت بھی رکھ دی ہے۔ اگر محض توالد و تناسل ہی مقصود بالذات ہوتا تو مطلب پورا نہ ہو سکتا۔ عورت اور مرد کی برہنگی کیحالت مین ان کی غیرت قبول نہ کرتی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کرین مگر اس مین ان کے لئے ایک حظ ہے اور ایک لذت ہے۔ یہ حظ اور لذت اس درجہ تک پہونچی ہے کہ بعض کوتاہ اندیش انسان اولاد کی بھی پروا اور خیال نہین کرتے بلکہ ان کو صرف حظ ہی سے کام اور غرض ہے۔ خدا تعالےٰ کی علت غائی بندون کا پیدا کرنا تھا اور اس سبب کے لئے ایک تعلق عورت اور مرد مین قائم کیا اور ضمناً اس مین ایک حظ رکھدیا۔ جو اکثر نادانون کے لئے مقصود بالذات ہو گیا ہے۔ اسی طرح سے خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہین اس مین بھی ایک لذت اور سرور ہے اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتون اور تمام حظوظ نفس سے بالاتر ہے۔ جیسے عورت اور مرد کے باہم تعلقات مین ایک لذت ہے اور اس سے وہی بہرہ مند ہو سکتا ہے جو مرد ہے اور اپنے قوےٰ صحیحہ رکھتا ہے ایک نامرد اور مخنث وہ حظ نہین پا سکتا اور جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذت سے محروم ہے اسی طرح پر ہان ٹھیک ایسا ہی وہ کم بخت انسان ہے جو عبادت الٰہی سے لذت نہین پا سکتا۔ عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔ مین کہتا ہون حقیقی۔ ابدی اور لذت مجسم جو جوڑا ہے وہ انسان اور خدا تعالےٰ کا ہے۔ مجھے سخت اضطراب ہوتا اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے کہ ایکدن اگر کسی کو روٹی یا کھانے کا مزا نہ آئے طبیب کے پاس جاتا اور کیسی کیسی منتین اور خوشامدین کرتا اور روپیہ خرچ کرتا اور دکھ اٹھاتا ہے کہ وہ مزا حاصل ہو۔ وہ نامرد جو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہین کر سکتا۔ بعض اوقات گھبرا گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہونچ جاتا ہے اور اکثر موتین اس قسم کی ہو جاتی ہین۔ مگر آہ

وہ مریض دل وہ نامرد کیون کوشش نہین کرتا جس کو عبادت مین لذت نہین آتی اس کی جان کیون غم سے نڈھال نہین ہوجاتی؟ دنیا اور اس کی خوشیون کے لئے تو کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتون کی وہ پیاس اور تڑپ نہین پاتا کس قدر بے نصیب ہے! کیسا ہی محروم ہے! عارضی اور فانی لذتون کے علاج تلاش کرتا ہے اور پالیتا ہے۔ کیا ہوسکتا ہے کہ مستقل اور ابدی لذت کے علاج نہ ہون؟ ہین اور ضرور ہین مگر تلاش حق مین مستقل اور پویہ قدم درکار ہین۔ قرآن کریم مین ایک موقعہ پر اللہ تعالے نے صالحین کی مثال عورتون سے دی ہے۔ اس مین بھی سِرّ اور بھید ہے۔ ایمان لانے والون کو مریم اور آسیہ سے مثال دی ہے۔ یعنے خدا تعالے مشرکین مین سے مومنون کو پیدا کرتا ہے۔ بہرحال عورتون سے مثال دینے مین دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے یعنے جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اگر عورت اور مرد کی باہم موافقت ہو اور وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہون تو وہ جوڑا مبارک اور مفید ہوتا ہے ورنہ نظام خانگی بگڑ جاتا ہے اور مقصود بالذات حاصل نہین ہوتا ہے۔ مرد اور جگہ خراب ہو کر صدہا قسم کی بیماریان لے آتے ہین۔ آتشک سے مجذوم ہو کر دنیا مین ہی محروم ہوجاتے ہین اور اگر اولاد ہو بھی جائے تو کئی پشت تک یہ سلسلہ چلا جاتا ہے اور ادھر عورت بیحیائی کرتی پھرتی ہے اور عزت و آبرو کو ڈبو کر بھی سچی راحت حاصل نہین کرسکتی۔ غرض اس جوڑے سے الگ ہو کر کس قدر نتائج اور فتنے پیدا ہوتے ہین۔ اسی طرح پر انسان روحانی جوڑے سے الگ ہو کر مجذوم اور مخذول ہوجاتا ہے۔ دنیاوی جوڑے سے زیادہ رنج و مصائب کا نشانہ بنتا ہے۔ جیسا کہ عورت اور مرد کے جوڑے سے ایک قسم کی بقا کے لئے حظ ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کے جوڑے مین ایک ابدی بقا کے لئے حظ موجود ہے۔ صوفی کہتے ہین کہ یہ حظ جس کو نصیب ہوجائے وہ دنیا اور مافیہا کے تمام حظوظ سے بڑھ کر ترجیح رکھتا ہے۔ اگر ساری عمر مین ایک بار بھی اسکو معلوم ہوجائے تو وہ اس مین ہی فنا ہوجائے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دنیا مین ایک بڑی تعداد ایسے لوگون کی ہے جنہون نے اس راز کو نہین سمجھا اور ان کی نمازین نری ٹکرین ہین اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی سے صرف نشست و برخاست کے طور پر ہوتی ہین مجھے اور بھی افسوس ہوتا ہے کہ جب مین یہ دیکھتا ہون کہ بعض لوگ صرف اس لئے نمازین پڑھتے ہین کہ وہ دنیا مین معتبر اور قابل عزت سمجھے جاوین اور پھر اس نماز سے یہ بات ان کو حاصل بھی ہوجاتی ہے یعنے وہ نمازی اور پرہیزگار کہلاتے ہین پھر کیون ان کو یہ

کھا جانے والا غم نہین لگتا کہ جب جھوٹ موٹ اور بیدلی کی نماز سے ان کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے تو کیون
ایک سچے عابد بننے سے ان کو عزت نہ ملے گی۔ غرض مین دیکھتا ہون کہ لوگ نمازون مین غافل اور سست
اسی لئے ہوتے ہین کہ ان کو اس لذت اور سرور سے اطلاع نہین جو اللہ تعالے نے نماز کے اندر رکھا ہے
اور بڑی بھاری وجہ کسل کی یہی ہے۔ پھر شہرون اور گاؤن مین تو اور بھی سستی اور غفلت ہوتی ہے سو
پچاسوان حصہ بھی تو پوری مستعدی اور سچی محبت سے اپنے مولا حقیقی کے حضور سر نہین جھکاتے۔ پھر سوال
یہی ہوتا ہے کہ کیون ؟ ان کو اس لذت کی اطلاع نہین اور نہ کبھی اس مزے کو انہون نے چکھا۔ کبھی ایسا
ہوتا ہے کہ وہ اپنے کامون مین مبتلا ہوتے ہین اور موذن اذان دیتا ہے۔ پھر وہ سننا بھی نہین چاہتے
گویا ان کے دل دکھتے ہین۔ یہ لوگ بہت ہی قابل رحم ہین۔ بعض لوگ یہان بھی ایسے ہین کہ ان کی دکانین
دیکھو تو مسجد کے نیچے ہین مگر کبھی جاکر کھڑے بھی تو نہین ہوتے۔ پس مین یہ کہنا چاہتا ہون کہ خدا تعالے سے
نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہئے کہ جس طرح اور پھلون اور اشیا کی طرح طرح کی لذتین عطا
کی ہین نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزا چکھا دے۔ کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص کسی خوبصورت
کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اسے خوب یاد رہتا ہے اور پھر اگر کسی بدشکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا
ہے تو اس کی ساری حالت اسکے بالمقابل مجسم ہوکر سامنے آجاتی ہے۔ ہان اگر کوئی تعلق نہ ہو تو کچھ یاد
نہین رہتا۔ اسی طرح بے نمازون کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اٹھکر سردی مین وضو
کر کے خواب راحت چھوڑ کر اور کئی قسم کی آسائشون کو چھوڑ کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُسے
بیزاری ہے وہ اسکو سمجھ نہین سکتا۔ اس لذت اور راحت سے جو نماز مین ہے اس کو اطلاع نہین ہے
پھر نماز مین لذت کیونکر حاصل ہو ؟ مین دیکھتا ہون کہ ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہین
آتا تو وہ پے در پے پیالے پیتا جاتا ہے یہان تک کہ اسکو ایک قسم کا نشہ آجاتا ہے۔ دانشمند اور زیرک انسان اس سے
فائدہ اٹھا سکتا ہے اور وہ یہ کہ نماز پر دوام کرے اور پڑھتا جاوے یہان تک کہ اس کو سرور آجائے
اور جیسے شرابی کے ذہن مین ایک لذت ہوتی ہے جس کا حاصل کرنا اسکا مقصود بالذات ہوتا ہے اسی طرح
سے ذہن مین اور ساری طاقتون کا رجحان نماز مین اسی سرور کو حاصل کرنا ہو اور پھر ایک خلوص اور جوش
کے ساتھ کم از کم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق و کرب کی مانند ہی ایک دعا پیدا ہو کہ وہ لذت حاصل ہو تو
مین کہتا ہون اور سچ کہتا ہون کہ یقیناً یقیناً وہ لذت حاصل ہو جائے گی۔ پھر نماز پڑھتے وقت ان مفاد کا

حاصل کرنا بھی ملحوظ ہو جو اس سے ہوتے ہین اور احسان پیش نظر رہے **ان الحسنات یذھبن السیئات**
نیکیان بدیون کو زائل کردیتی ہین پس ان حسنات کو اور لذات کو دل مین رکھ کر دعا کرے کہ وہ نماز جو صدیقون
اور محسنون کی ہے وہ نصیب کرے۔ یہ جو فرمایا ہے کہ **ان الحسنات یذھبن السیئات** یعنے نیکیان یا
نماز بدیون کو دور کرتی ہے یا دوسرے مقام پہ فرمایا ہے کہ نماز فواحش اور برائیون سے بچاتی ہے
اور ہم دیکھتے ہین کہ بعض لوگ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیان کرتے ہین اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز
پڑھتے ہین مگر نہ روح اور راستی کے ساتھ وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکرین مارتے ہین
ان کی روح مردہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کا نام حسنات نہین رکھا اور یہان جو حسنات کا لفظ رکھا اور
الصلوۃ کا لفظ نہین رکھا باوجودیکہ معنے وہی ہین اس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حسن و جمال کیطرف
اشارہ کرے کہ وہ نماز بدیون کو دور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی روح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر
اس مین موجود ہے۔ وہ نماز یقیناً یقیناً برائیون کو دور کردیتی ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہین
نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔ ارکان نماز دراصل
روحانی نشست و برخاست کے اظلال ہین۔ انسان کو خدا تعالےٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اور
قیام بھی آداب خدمتگاران مین سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے۔ کہ وہ
تعمیل حکم کو کس قدر گردن جھکاتا ہے۔ اور سجدہ کمال ادب اور کمال تذلل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود
ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طرق ہین جو خدا تعالےٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کردئے ہین اور جسم
کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر ان کو مقرر کیا ہے علاوہ ازین باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک
ظاہری طریق بھی رکھدیا ہے۔ اب ظاہری طریق مین (جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے)
صرف نقال کی طرح نقلین آتاری جائین اور اسے ایک بار گران سمجھ کر اتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے
تو تم ہی بتلاؤ اس مین کیا لذت اور حظ آسکتا ہے اور جبتک لذت اور سرور نہ آئے اس کی حقیقت
کیونکر محقق ہوگی اور یہ اسوقت ہوگا جبکہ روح بھی ہمہ نیستی اور تذلل تام ہو کر آستانۂ الوہیت پر گرے
اور جو زبان بولتی ہے روح بھی بولے اس وقت ایک سرور اور نور اور تسکین حاصل ہوجاتی ہے۔
مین اسکو اور کھول کر کہنا چاہتا ہون کہ انسان جسقدر مراتب طے کرکے انسان ہوتا ہے یعنے کہان نطفہ
بلکہ اس سے بھی پہلے نطفہ کے اجزا یعنے مختلف قسم کی اغذیہ اور ان کی ساخت اور بناوٹ پھر نطفہ کے

بعد مختلف مدارج کے بعد بچہ پھر جوان - بوڑھا - غرض ان تمام عالمون مین جو اس پر مختلف اوقات مین گذرے هین اللہ تعالی کی ربوبیت کا معترف ہوا اور وہ نقشہ ہر آن اُسکے ذہن مین کھچا رہے تو ہی وہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ ربوبیت کے مدمقابل مین اپنی عبودیت کو ڈالدے - غرض مدعا یہ ہے کہ نماز مین لذت اور سرور بھی عبودیت اور ربوبیت کے ایک تعلق سے پیدا ہوتا ہے - جبتک اپنے آپ کو عدم محض یا مشابہ بالعدم قرار دیکر جو ربوبیت کا ذاتی تقاضا ہے نہ ڈالدے اس کا فیضان اور پرتو اسپر نہین پڑتا اور اگر ایسا ہو تو پھر اعلے درجہ کی لذت حاصل ہوتی ہے - جس سے بڑھکر کوئی حظ نہین ہے اس مقام پر انسان کی روح جب ہمہ نیستی ہو جاتی ہے تو وہ خدا کی طرف ایک چشمہ کی طرح بہتی ہے اور ماسوی اللہ سے اُسے انقطاع ہو جاتا ہے اسوقت خدا تعالے کی محبت اسپر گرتی ہے - اس اتصال کے وقت ان دو جوشون سے جو اوپر کی طرف سے ربوبیت کا جوش اور نیچے کیطرف سے عبودیت کا جوش ہوتا ہے - ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اسکا نام صلوٰۃ ہے جو سیئات کو بھسم کر جاتی ہے اور اپنی جگہ ایک نور اور چمک چھوڑ دیتی ہے جو سالک کو راستہ کے خطرات اور مشکلات کے وقت ایک منور شمع کا کام دیتی ہے - اور ہر قسم کے خس و خاشاک اور ٹھوکر کے پتھرون اور خار و خس سے جو اس کی راہ مین ہوتے ہین آگاہ کرکے بچاتی ہے اور یہی وہ حالت ہے جبکہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر کا اطلاق اسپر ہوتا ہے کیونکہ اس کے ہاتھ مین نہین نہین اس کے شمعدان دل مین ایک روشن چراغ رکھا ہوا ہوتا ہے اور یہ درجہ کامل تذلل کامل نیستی اور فروتنی اور پوری اطاعت سے حاصل ہوتا ہے - پھر گناہ کا خیال اُسے آ کیونکر سکتا ہے اور انکار اس مین پیدا ہی نہین ہو سکتا - فحشا کیطرف اس کی نظر اٹھ ہی نہین سکتی - غرض اسے ایسی لذت ایسا سرور حاصل ہوتا ہے کہ مین نہین سمجھ سکتا کہ اسے کیونکر بیان کرون +

پھر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ نماز جو اپنے اصلی معنون مین نماز ہے دعا سے حاصل ہوتی ہے - غیر اللہ سے سوال کرنا مومنانہ غیرت کے صریح اور سخت مخالف ہے کیونکہ یہ مرتبہ دعا کا اللہ ہی کے لئے ہے جبتک انسان پورے طور پر حنیف ہو کر اللہ تعالے ہی سے سوال نہ کرے اور اسی سے نہ مانگے سچ سمجھو کہ حقیقی طور پر وہ سچا مسلمان اور سچا مومن کہلانے کا مستحق نہین اسلام کی حقیقت ہی یہ ہے کہ اس کی تمام طاقتین اندرونی ہون یا بیرونی سب کی سب اللہ تعالی ہی کے

آستانہ پر گری ہوئی ہون جس طرح پر ایک بڑا انجن بہت سی کلون کو چلاتا ہے پس اسی طور پر جبتک انسان اپنے ہر کام اور ہر حرکت و سکون تک کو اسی انجن کی طاقت عظمےٰ کے ماتحت نہ کر لیوے وہ کیونکر اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا قائل ہو سکتا ہے؟ اور کیونکر اپنے آپ کو انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوات والارض حنیفا۔ کہتے وقت واقعی حنیف کہہ سکتا ہے؟ جیسے منہ سے کہتا ہے دل سے بھی ادھر کی طرف متوجہ ہو تو لاریب وہ مسلم ہے۔ وہ مومن اور حنیف ہے لیکن جو شخص اللہ تعالےٰ کے سوا غیر اللہ سے سوال کرتا ہے اور ادھر بھی جھکتا ہے اور روح اور دل کی طاقتین (اس درخت کی طرح جس کی شاخین ابتدائً ایک طرف کر دیجاوین اور پرورش پالین) اُدھر ہی جھکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سختی اور تشدد اس کے دل مین پیدا ہو کر اسے منجمد اور پتھر بنا دیتا ہے۔ جیسے وہ شاخین پھر دوسری طرف مڑ نہین سکتین اسی طرح پر وہ دل اور روح دن بدن خدا تعالےٰ سے دور ہوتی جاتی ہے بس یہ بڑی خطرناک اور دل کو کپکپا دینے والی بات ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر دوسرے سے سوال کرے۔ اسی لئے نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے۔ تاکہ اولاً وہ ایک عادت راسخہ کی طرح قائم ہو اور رجوع الی اللہ کا خیال ہو۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت خود آجاتا ہے کہ انقطاع کلی کی حالت مین انسان ایک نور اور ایک لذت کا وارث ہو جاتا ہے مین اس امر کو پھر تاکید سے کہتا ہون افسوس ہے مجھے وہ لفظ نہین ملتے جس مین مین غیر اللہ کی طرف رجوع کرنیکی برائیان بیان کر سکون۔ لوگون کے پاس جا کر منت و خوشامد کرتے ہین۔ یہ بات خدا تعالےٰ کی غیرت کو جوش مین لاتی ہے (کیونکہ یہ تو لوگون کی نماز ہے) پس وہ اس سے ہٹتا اور اسے دور پھینکدیتا ہے مین موٹے الفاظ مین اسکو بیان کرتا ہون۔ گو یہ امر اس طرح پر نہین ہے مگر سمجھ مین فوراً آسکتا ہے۔ کہ جیسے ایک مرد غیور کی غیرت تقاضا نہین کرتی کہ وہ اپنی بیوی کو کسی غیر کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہوئے دیکھ سکے اور جس طرح پر وہ مرد ایسی حالت مین اس نابکار عورت کو واجب القتل سمجھتا بلکہ بسا اوقات ایسی وارداتین ہو جاتی ہین ایسا ہی جوش اور غیرت الوہیت کی ہے۔ جب عبودیت اور دعا خاص اسی ذات کے مدمقابل ہین وہ پسند نہین کر سکتا کہ کسی اور کو معبود قرار دیا جاوے یا پکارا جاوے بس خوب یاد رکھو اور پھر یاد رکھو کہ غیر اللہ کی طرف جھکنا خدا سے کاٹتا ہے۔ نماز اور توحید کچھ ہی ہو کیونکہ توحید کے عملی اقرار کا نام ہی نماز ہے۔ اسیوقت بے برکت اور بے سود ہوتی ہے جب اس مین

نیستی اور تذلل کی روح اور حنیف دل نہ ہو۔!! سنو! وہ دعا جسکے لئے ادعونی استجب لکم فرمایا ہے۔ اس کے لئے یہی سچی روح مطلوب ہے۔ اگر اس تضرع اور خشوع مین حقیقت کی روح نہین تو وہ ٹین ٹین سے کم نہین ہے *

پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسباب کی رعایت ضروری نہین ہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے شریعت نے اسباب کو منع نہین کیا ہے اور سچ پوچھو تو کیا دعا اسباب نہین؟ یا اسباب دعا نہین؟ تلاش اسباب بجائے خود ایک دعا ہے اور دعا بجائے خود عظیم الشان اسباب کا چشمہ انسان کی ظاہری بناوٹ اسکے دو ہاتھ دو پاؤن کی ساخت ایکدوسرے کی امداد کا ایک قدرتی رہنما ہے۔ جب یہ نظارہ خود انسان مین موجود ہے پھر کسقدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ تعاونوا علے البر والتقوے کے معنے سمجھنے مین مشکلات کو دیکھے۔ ہان مین یہ کہتا ہون کہ تلاش اسباب بھی بذریعہ دعا کرو۔ مین نہین سمجھتا کہ جب مین تمہارے جسم کے اندر اللہ تعالے کا ایک قائم کردہ سلسلہ اور کامل رہنما سلسلہ دکھاتا ہون۔ تم اس سے انکار کرو۔ اللہ تعالے نے اس بات کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دنیا پر کھولدینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ دنیا مین قائم کیا۔ اللہ تعالے اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت ان رسولون کو باقی نہ رہنے دے مگر پھر بھی ایک وقت ان پر آتا ہے کہ وہ من انصاری الی اللہ کہنے پر مجبور ہوتے ہین۔ کیا وہ ایک ٹکر گدا فقیر کی طرح بولتے ہین؟ نہین من انصاری الی اللہ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے وہ دنیا کو ایک رعایت اسباب سکھانا چاہتے ہین جو دعا کا ایک شعبہ ہے ورنہ اللہ تعالے پر ان کو کامل ایمان اس کے وعدون پر پورا یقین ہوتا ہے وہ جانتے ہین کہ اللہ تعالے کا وعدہ کہ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوٰة الدنیا۔ ایک یقینی اور حتمی وعدہ ہے۔ مین کہتا ہون کہ بھلا اگر خدا کسی کے دل مین مدد کا خیال نہ ڈالے تو کوئی کیونکر مدد کرسکتا ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ حقیقی معاون و ناصر وہی پاک ذات ہے جس کی شان ہے نعم المولی ونعم الوکیل ونعم النصیر۔ دنیا اور دنیا کی مددین ان لوگون کے سامنے کالمیّت ہوتی ہین اور مردہ کیڑے کے برابر بھی حقیقت نہین رکھتی ہین لیکن دنیا کو دعا کا ایک موٹا طریق بتلانے کے لئے وہ یہ راہ بھی اختیار کرتے ہین وہ حقیقت مین اپنے کاروبار کا متولی خدا تعالے ہی کو جانتے ہین اور یہ بات بالکل سچ ہے وھو یتولی الصالحین۔ اللہ تعالے ان کو مامور کردیتا ہے کہ وہ اپنے کاروبار کو دوسرون کے ذریعے

ظاہر کریں۔ ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مختلف مقامات پر مدد کا وعظ کرتے تھے اسی لئے کہ وہ وقت نصرت الٰہی کا تھا اس کو تلاش کرتے تھے کہ وہ کس کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ ایک بڑی غور طلب بات ہے۔ دراصل مامور من اللہ لوگوں سے مدد نہیں مانگتا بلکہ من انصاری الی اللہ کہکر وہ اس نصرت الٰہیہ کا استقبال کرنا چاہتا ہے اور ایک فرط شوق سے بیقراروں کی طرح اس کی تلاش میں ہوتا ہے۔ نادان اور کوتہ اندیش لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں سے مدد مانگتا ہے یہ سچ نہیں ہو بلکہ اس طرح پر ان کا بلانا کسی دل کے لئے جو اس نصرت کا موجب ہوتا ہے ایک برکت اور رحمت کا موجب ہوتا ہے۔ پس مامور من اللہ کی طلب امداد کا اصل سرّ اور راز یہی ہے جو قیامت تک اسی طرح پر رہے گا اشاعت دین میں مامور من اللہ دوسروں سے امداد چاہتے ہیں مگر کیوں؟ اپنے ادائے فرض کے لئے تاکہ دلوں میں خدا تعالےٰ کی عظمت کو قائم کریں ورنہ یہ تو ایک ایسی بات ہے کہ قریب بہ کفر پہونچ جاتی ہے اگر غیر اللہ کو متولی قرار دیں۔ اور ان نفوس قدسیہ سے ایسا امکان؟ یہ محال مطلق ہو۔ میں نے ابھی کہا ہے کہ توحید تب ہی پوری ہوتی ہے کہ کل مرادوں کا معطی اور تمام امراض کا چارہ اور مداوا وہی ذات واحد ہو۔ لا الہ الا اللہ کے معنے یہی ہیں صوفیوں نے اس میں الہ کے لفظ سے محبوب مقصود۔ معبود مراد لی ہے بیشک اصل اور سچ یوں ہی ہے جب تک انسان کامل طور پر توحید پر کاربند نہیں ہوتا اس میں اسلام کی محبت اور عظمت قائم نہیں ہوتی۔

اور پھر میں اصلی ذکر کی طرف رجوع کرکے کہتا ہوں کہ نماز کی لذت اور سرور اسے حاصل نہیں ہوسکتا مدار اسی بات پر ہے کہ جب تک برے ارادے ناپاک اور گندے منصوبے بھسم نہ ہوں انانیت اور شیخی دور ہوکر نیستی اور فروتنی نہ آئے خدا کا سچا بندہ نہیں کہلا سکتا۔ اور عبودیت کاملہ کے سکھانے کے لئے بہترین معلّم اور افضل ترین ذریعہ نماز ہی ہے۔ میں تمہیں پھر بتلاتا ہوں کہ اگر خدا تعالےٰ سے سچا تعلق حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو تو نماز پر کاربند ہوجاؤ۔ اور ایسے کاربند ہو کہ تمہارا جسم نہ تمہاری زبان بلکہ تمہاری روح تمہاری روح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہوجاویں۔ عصمت انبیاء کا یہی راز ہے یعنے نبی کیوں معصوم ہوتے ہیں؟ تو اس کا یہی جواب ہے کہ وہ استغراق محبت الٰہی کے باعث معصوم ہوتے ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جب میں ان قوموں کو دیکھتا ہوں جو شرک میں مبتلا ہیں جیسے ہندو قسم قسم کے اصنام کی پرستش کرتے ہیں یہانتک کہ انہوں نے عورت اور مرد کے اعضاء مخصوصہ

تک کی پرستش بھی جائز کر رکھی ہے۔ اور ایسا ہی وہ لوگ جو ایک انسانی لاش یعنی یسوع مسیح کی پرستش کرتے ہین اس قسم کے لوگ مختلف صورتون سے حصول نجات یا مکتی کے قایل ہین۔ مثلاً اول الذکر یعنے ہند و گنگا اشنان اور تیرتھ یاترا اور ایسے ایسے کفارون سے گناہ سے موکش چاہتے ہین اور عیسے پرست عیسائی مسیح کے خون کو اپنے گناہون کا فدیہ قرار دیتے ہین۔ مگر مین کہتا ہون کہ جب تک نفس گناہ موجود ہے وہ بیرونی صفائی اور خارجی معتقدات سے راحت یا اطمینان کا ذریعہ کیونکر پا سکتے ہین جبتک اندر کی صفائی اور باطنی تطہیر نہین ہوتی۔ ناممکن ہے کہ انسان سچی پاکیزگی اور طہارت جو انسان کو نجات سے ملتی ہے پا سکے۔ ہان اس سے ایک سبق لو۔ جس طرح دیکھو بدن کی میل اور بدبو بدون صفائی کے دور نہین ہو سکتی اور جسم کو آنے والے خطرناک امراض سے بچا نہین سکتی اسی طرح پر روحانی کدورات اور میل جو دل پر ناپاکیون اور قسم قسم کی بے باکیون سے جم جاتی ہے دور نہین ہو سکتی جبتک توبہ کا مصفا اور پاک پانی اسکو نہ دھو ڈالے۔ جسمانی سلسلہ مین ایک فلسفہ جس طرح پر موجود ہے۔ اسی طرح پر روحانی سلسلہ مین ایک فلسفہ رکھا ہوا ہے۔ مبارک ہین وہ لوگ جو اسپر غور کرتے ہین اور سوچتے ہین۔

مین اس مقام پر یہ بات بھی بتلانا چاہتا ہون کہ گناہ کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ اس سوال کا جواب عام فہم الفاظ مین یہی ہے کہ جب غیر اللہ کی محبت انسانی دل پر مستولی ہوتی ہے۔ تو وہ اس مصفا آئینہ پر ایک قسم کا زنگ سا پیدا کرتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ بالکل تاریک ہو جاتا ہے اور غیریت اپنا گھر کر کے اسے خدا سے دور ڈالدیتی ہے اور یہی شرک کی جڑ ہے۔ لیکن جس قلب پر اللہ تعالے اور صرف اللہ تعالے کی محبت اپنا قبضہ کرتی ہے وہ غیریت کو جلا کر اسے صرف اپنے لئے منتخب کر لیتی ہے پھر اس مین ایک استقامت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اصل جگہ پر آجاتی ہے۔ عضو کے ٹوٹنے اور پھر چڑھنے مین جس طرح سے تکلیف ہوتی ہے لیکن ٹوٹا ہوا عضو اس سے کہین زیادہ تکلیف دیتا ہے جو اسے صرف مکرر چڑھنے سے عارضی طور پر ہوتی ہے اور پھر ایک راحت کا سامان ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ عضو اسی طرح پر ٹوٹا رہے تو ایک وقت آجاتا ہے کہ اسکو بالکل کاٹنا پڑتا ہے اسی طرح سے استقامت کے حصول کے لئے اولاً ابتدائی مدارج اور مراتب پر کسی قدر تکالیف اور مشکلات بھی پیش آتی ہین لیکن اسکے حاصل ہو جانے پر ایک دائمی راحت اور خوشی پیدا ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ ارشاد ہوا فاستقم کما امرت تو لکھا ہے کہ آپ کے کوئی سفید بال نہ تھا پھر سفید بال آنے

لگے تو آپ نے فرمایا مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ غرض یہ ہے کہ جب تک انسان موت احساس نہ کرے وہ نیکیون کی طرف جھک نہین سکتا۔ مین نے بتلایا ہے کہ گناہ غیر اللہ کی محبت دل مین پیدا ہونیسے پیدا ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ دل پر غلبہ کر لیتا ہے۔ پس گناہ سے بچنے اور محفوظ رہنے کے لئے یہ بھی ایک ذریعہ ہے۔ کہ انسان موت کو یاد رکھے اور خدا تعالےٰ کے عجائبات قدرت مین غور کرتا رہے کیونکہ اس سے محبت الٰہی اور ایمان بڑھتا ہے اور جب خدا تعالےٰ کی محبت دل مین پیدا ہو جائے تو وہ گناہ کو خود جلا کر بھسم کر جاتی ہے +

دوسرا ذریعہ گناہ سے بچنے کا احساس موت ہے۔ اگر انسان موت کو اپنے سامنے رکھے تو وہ اُن بدکاریون اور کوتاہ اندیشیون سے باز آجائے اور خدا تعالےٰ پر اسے ایک نیا ایمان حاصل ہو اور اپنے سابقہ گناہون پر توبہ اور نادم ہونے کا موقع ملے۔ انسان عاجز کی ہستی کیا ہے؟ صرف ایک دم پر انحصار ہے۔ پھر کیون وہ آخرت کا فکر نہین کرتا اور موت سے نہین ڈرتا۔ اور نفسانی اور حیوانی جذبات کا مطیع اور غلام ہو کر عمر ضایع کر دیتا ہے۔ مین نے دیکھا ہے کہ ہندؤون کو بھی احساس موت ہوا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو صرف اس ایک حکم نے کہ فاستقم کما امرت نے ہی بوڑھا کر دیا۔ کس قدر احساس موت ہے۔ آپ کی یہ حالت کیون ہوئی۔ صرف اس لئے کہ تا ہم اس سے سبق لین ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مقدس زندگی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ہادی کامل اور پھر قیامت تک کے لئے اور اسپر کل دنیا کے لئے مقرر فرمایا۔ مگر آپ کی زندگی کے کل واقعات ایک عملی تعلیمات کا مجموعہ ہین۔ جس طرح پر قرآن کریم اللہ تعالےٰ کی قولی کتاب ہے اور قانون قدرت اس کی فعلی کتاب ہے اسی طرح پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی ایک فعلی کتاب ہے جو گویا قرآن کریم کی شرح اور تفسیر ہے +

کل انسانون کے کمالات بہیئت مجموعی ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین جمع ہین۔ اور اسی لئے آپ کل دنیا کے لئے نبی مبعوث ہوئے اور رحمۃ للعالمین کہلائے۔ انک لعلیٰ خلق عظیم مین بھی اسی مجموعہ کمالات انسانی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی صورت مین عظمت اخلاق محمدی کی نسبت غور ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہی وجہ تھی کہ آپ پر نبوت کاملہ کے کمالات ختم ہوئے۔ یہ ایک مسلّم بات ہے کہ کسی چیز کا خاتمہ اس کی علت غائی کے اختتام پر ہوتا ہے۔ جیسے کتاب کے جب کل مطالب بیان ہو جاتے ہین تو

اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر رسالت اور نبوت کی علت غائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی اور یہی ختم نبوت کے معنے ہین کیونکہ یہ ایک سلسلہ ہے جو چلا آیا ہے اور کامل انسان پر آ کر اس کا خاتمہ ہو گیا +

مین یہ بھی تبلادینا چاہتا ہون کہ استقامت جس پر مین نے ذکر چھیڑا تھا وہی ہے جس کو صوفی لوگ اپنی اصطلاح مین فنا کہتے ہین اور اہدنا الصراط المستقیم کے معنے بھی فنا ہی کے کرتے ہین۔ یعنے روح۔ جوش اور ارادے سب کے سب اللہ تعالے کے لئے ہی ہو جاوین اور اپنے جذبات اور نفسانی خواہشین بالکل مرجائین۔ بعض انسان جو اللہ تعالے کی خواہش اور ارادے کو اپنے ارادون اور جوشون پر مقدم نہین کرتے وہ اکثر دفعہ دنیا ہی کے جوشون اور ارادون کی ناکامیون مین اس دنیا سے اٹھ جاتے ہین۔ بہت سے لوگ دیکھے ہین جو اپنے ارادون کو خدا پر مقدم کرتے ہین۔ آخر کار اس تقدیم ہوائے نفس مین بھی وہ کامیاب نہین ہوتے اور بجائے فائدہ کے نقصان عظیم اٹھاتے ہین۔ اسلام پر غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ ناکامی صرف جھوٹے ہونے کی وجہ سے پیش آتی ہے۔ جب خدا تعالے کیطرف سے التفات کم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالے کا قہر نازل ہوتا ہے جو اس کو نامراد اور ناکام بنا دیتا ہے خصوصاً ان لوگون کو جو بصیرت رکھتے ہین جب وہ دنیا کے مقاصد کیطرف اپنے تمام جوش اور ارادے کے ساتھ جھک جاتے ہین تو اللہ تعالے ان کو نامراد کر دیتا ہے۔ لیکن سعیدون کو وہ پاک اصول پیش نظر رہتا ہے جو احساس موت کا اصول ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ جس طرح مان باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یا جس طرح برادر کوئی بزرگ خاندان فوت ہو گیا ہے اسی طرح پر مجھ کو ایک دن مرنا ہے۔ اور بعض اوقات اپنی عمر پر خیال کر کے کہ بڑھاپا آ گیا اور موت کے دن قریب ہین خدا تعالے کی طرف رجوع کرتا ہے + غرض یہ بات خوب ذہن نشین رہنی چاہئے کہ آخر ایک دن دنیا اور اس کی لذتون کو چھوڑنا ہے۔ تو پھر کیون انسان اسوقت سے پہلے ہی ان لذات کے ناجائز طریق حصول چھوڑ دے۔ موت نے بڑے بڑے راستبازون اور مقبولون کو نہین چھوڑا۔ اور وہ نوجوانون یا بڑے سے بڑے دولتمند اور بزرگ کی پروا نہین کرتی پھر تم کو کیون چھوڑنے لگی۔ پس دنیا اور اس کی راحتون کو زندگی کے منجملہ اسباب سے سمجھو اور خدا تعالے کی عبادت کا ذریعہ۔ سعدی نے اس مضمون کو یون ادا کیا ہے۔ ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است + تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

یہ نہ سمجھو کہ خدا ہم سے خواہ مخواہ خوش ہو جائے اور ہم اپنے اختلاط مین رہین - مگر ایسے اندھون کو اگر خدا کی طرف سے بھی پروانہ آجائے تو وہ ان لذتون کو جو جسمانی خواہشون اور ارادون کی پیروی مین سمجھتے ہین نہ چھوڑینگے اور انکو اس لذت پر جو ایک مومن کو خدا مین ملتی ہے ترجیح دین گے - خدا تعالے کا پروانہ موجود ہے جسکا نام قرآن شریف ہے جو جنت اور ابدی آرام کا وعدہ دیتا ہے مگر اس کی نعمتون کے وعدہ پر چیدان لحاظ نہین کیا جاتا اور عارضی اور خیالی خوشیون اور راحتون کی جستجو مین کس قدر تکلیفین غافل انسان اٹھاتا اور سختیان برداشت کرتا ہے مگر خدا تعالے کی راہ مین ذراسی مشکل کو دیکھ کر بھی گھبرا اٹھتا اور بدظنی شروع کر دیتا ہے - کاش وہ ان فانی لذتون کے مقابلے مین ان ابدی اور مستقل خوشیون کا اندازہ کر سکتا - ان مشکلات اور تکالیف پر فتح پانے کے لئے ایک کامل اور خطا نہ کرنے والا نسخہ موجود ہے جو کروڑہا راستبازون کا تجربہ کردہ ہے - وہ کیا؟ وہ وہی نسخہ ہے جسکو نماز کہتے ہین - نماز کیا ہے؟ ایک قسم کی دعا ہے جو انسان کو تمام برائیون اور فواحش سے محفوظ رکھ کر حسنات کا مستحق اور انعام الہیہ کا مورد بنا دیتی ہے - کہا گیا ہے کہ اللہ اسم اعظم ہے - اللہ تعالے نے تمام صفات کو اسکے تابع رکھا ہے - اب ذرا غور کرو - نماز کی ابتدا اذان سے شروع ہوتی ہے - اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے یعنی اللہ کے نام سے شروع ہو کر لا الہ الا اللہ یعنے اللہ ہی پر ختم ہوتی ہے - یہ فخر اسلامی عبادت ہی کو ہے کہ اس مین اول اور آخر مین اللہ تعالے ہی مقصود ہے نہ کچھ اور - مین دعوے سے کہتا ہون کہ اس قسم کی عبادت کسی قوم اور ملت مین نہین ہے - پس نماز جو دعا ہے اور جس مین اللہ کو جو خدا تعالے کا اسم اعظم ہے مقدم رکھا ہے - ایسا ہی انسان کا اسم اعظم استقامت ہے - اسم اعظم سے مراد یہ ہے کہ جس ذریعہ سے انسانیت کے کمالات حاصل ہون - اللہ تعالے نے اہدنا الصراط المستقیم مین اسکی طرف ہی اشارہ فرمایا ہے اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ الذین قالو ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا - یعنے جو لوگ اللہ تعالے کی ربوبیت کے نیچے آگئے اور اسکے اسم اعظم استقامت کے نیچے جب بقیہ بشریت رکھا گیا پھر اس مین اس قسم کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے - کہ ملائکہ کا نزول اسپر ہوتا ہے اور کسی قسم کا خوف وحزن ان کو نہین رہتا - مین نے کہا ہے کہ استقامت بڑی چیز ہے - استقامت سے کیا مراد ہے؟ ہر ایک چیز جب اپنے عین محل اور مقام پر ہو وہ حکمت اور استقامت سے تعبیر پاتی ہے - مثلاً دوربین کے اجزا کو اگر جدا جدا کر کے ان کو اصل مقامات سے

ہٹاکر دوسرے مقام پر رکھدین وہ کام نہ دے گی۔ غرض وضع الشی فی محلہ کا نام استقامت ہے یا دوسرے الفاظ مین یہ کہو کہ ہیئت طبعی کا نام استقامت ہے۔ پس جبتک انسانی بناوٹ کو ٹھیک اسی حالت پر نہ رہنے دین اور اسے مستقیم حالت مین نہ رکھین وہ اپنے اندر کمالات پیدا نہین کر سکتی۔ دعا کا طریق یہی ہے کہ دونون اسم اعظم جمع ہون اور یہ خدا کی طرف جاوے کسی غیر کی طرف رجوع نہ کرے خواہ وہ اس کی ہوا و ہوس ہی کا بت کیون نہ ہو؟ جب یہ حالت ہو جائے تو اس وقت ادعونی استجب لکم کا مزا آجاتا ہے +

پس مین چاہتا ہون کہ آپ استقامت کے حصول کے لئے مجاہدہ کرین اور ریاضت سے اسے پائین کیونکہ وہ انسان کو ایسی حالت پر پہونچا دیتی ہے جہان اس کی دعا قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہے۔ اس وقت بہت سے لوگ دنیا مین موجود ہین جو عدم قبولیت دعا کے شاکی ہین۔ لیکن مین کہتا ہون کہ افسوس تو یہ ہے کہ جب تک وہ استقامت پیدا نہ کرین۔ دعا کی قبولیت کی لذت کو کیونکر پا سکین گے۔ قبولیت دعا کے نشان ہم اسی دنیا مین پاتے ہین۔ استقامت کے بعد انسانی دل پر ایک برودت اور سکینت کے آثار پائے جاتے ہین کسی قسم کی بظاہر ناکامی اور نامرادی پر بھی دل نہین جلتا لیکن دعا کی حقیقت سے ناواقف رہنے کی صورت مین ذرا ذرا سی نامرادی بھی آتش جہنم کی ایک لپیٹ ہو کر دل پر مستولی ہو جاتی ہے اور گھبرا گھبرا کے بے قرار کئے دیتی ہے۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔

بلکہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تپ بھی نار جہنم ہی کا ایک نمونہ ہے۔ اب یہان ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پاجانا تھا۔ اس لئے ظاہری طور پر ایک نمونہ اور رضا نمائی کا آلہ دنیا سے اٹھنا تھا اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک آسان راہ رکھدی کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ کیونکہ محبوب اللہ مستقیم ہی ہوتا ہے۔ زیغ رکھنے والا کبھی محبوب نہین بن سکتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز مین درود شریف کا پڑھنا ضروری ہو گیا۔ تاکہ اس دعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ظلی طور پر قیامت تک رہتا ہے۔ صوفی کہتے ہین کہ مجددین کے اسماء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے نام پر ہی ہوتے ہین۔ یعنے ظلی طور پر وہی نام ان کو کسی ایک رنگ مین دیا جاتا ہے۔ شیعہ لوگون کا یہ خیال کہ ولایت کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہوگیا محض غلط ہے۔ اللہ تعالے نے جو کمالات سلسلہ نبوت مین رکھے ہین مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے۔ اب ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے مجددین کے ذریعہ سے دنیا پر اپنا پر تو ڈالتے رہین گے۔ اللہ تعالے اس سلسلہ کو قیامت تک رکھے گا۔ مین پھر کہتا ہون کہ اسوقت بھی خدا تعالے نے دنیا کو محروم نہین چھوڑا اور ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ ہان اپنے ہاتھ سے اس نے ایک بندہ کو کھڑا کیا اور وہ وہی ہے جو تم مین بیٹھا ہوا بول رہا ہے۔ اب خدا تعالے کے نزول رحمت کا وقت ہے دعائین مانگو۔ استقامت چاہو اور درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن اور احسان کو مد نظر رکھکر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپ کی کامیابیون کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیت دعا کا شیرین اور لذیذ پھل تم کو ملے گا قبولیت دعا کے تین ہی ذریعے ہین۔ اول ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ دوم یا ایہا الذین آمنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ تیسرا موہبت الہی۔ اللہ تعالے کا یہ عام قانون ہے کہ وہ نفوس انبیاء کی طرح دنیا مین بہت سے نفوس قدسیہ ایسے پیدا کرتا ہے جو فطرتاً استقامت رکھتے ہین *

یہ بات بھی یاد رکھو کہ فطرتاً انسان تین قسم کے ہوتے ہین۔ ایک فطرتاً ظالم لنفسہ ہے دوسرے مقتصد یعنے کچھ نیکی سے بہرہ ور اور کچھ برائی سے آلودہ۔ سوم برے کامون سے متنفر اور سابق بالخیرات پس یہ آخری سلسلہ ایسا ہوتا ہے کہ اجتبیٰ اور اصطفے کے مراتب پر پہونچتے ہین اور انبیاء علیہ السلام کا گروہ ایسے پاک سلسلہ مین سے ہوتا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری ہے۔ دنیا ایسے لوگون سے خالی نہین *

انسان کی کتاب

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ہم نے اسی رسالہ مین اس امر کا ذکر کیا تھا کہ عیسائیون کی کتاب جو پہلے کلام الہی کہلاتی تھی اب تنقید اعلے اور محقق عیسائی فاضلون کی مہربانی سے اس کتاب کو کس قسمت کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ اس پر بعض عیسائی دینداروں پر غم وغصہ کے دورے گرنے لگے۔ اور انہون نے لبی چوڑی

نانک لگائی کہ اعلےٰ تنقید کا کیا ذکر ہے۔ اس کی علمی تردید تو انگلستان مین عام طور پر شایع ہو چکی ہے۔ ہمین اب تک معلوم نہین ہوا کہ مسٹر کورف کی اپیل کا کسی نے جواب بھی دیا ہے یا وہ بالکل عالم خموشان کی نذر ہو چکی ہے۔ بہرحال یہ امر یقینی ہے کہ یہ فرضی عالمانہ تردید دراصل کوئی وجود نہین رکھتی بلکہ بعض پرستاران بائبل کے دماغ کا اختراع ہے۔ بائبل دن بدن نیچے گرتی چلی جاتی ہے اور اس کو کلام انسان ماننے والون کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ بائبل کے متعلق اس نئی رائے کی اشاعت ممالک یورپ و امریکہ تک ہی محدود نہین رہی بلکہ ان ممالک مین بھی کثرت سے شایع ہو رہی ہے جن کی طرف عیسائی مشنری ان مسائل کی تعلیم کے واسطے بھیجے گئے ہین۔ حالانکہ ان مسائل کو خود عیسائی ممالک مین اب دھکے دئے جا رہے ہین یہ راز اب پوشیدہ نہین رہا کہ بائبل دم واپسین لے چکی ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ بائبل کے اوراق مین الفاظ اور حروف سب موجود ہین پر وہ تقدس جو ان اوراق کیطرف انیس سو سال سے عیسائی لوگ منسوب کر رہے تھے اس کا نشان اب نہین ملتا۔ باوجود تمام فضول اور بیہودہ باتون کے پہلے تو یہ کتاب کلام الٰہی مانی جاتی تھی پر اب خود عیسائی ممالک مین مشتہر کیا جا رہا ہے کہ یہ کتاب غلطیون بد اخلاقیون اور بیہودہ گوئیون سے پُر ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ عیسائی دنیا کو یہ باتین بائبل مین نظر آگئین بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ اتنی مدت تک ان صریح غلطیون کے دیکھنے اور پہچاننے سے ان کی نظر قاصر رہی۔ لیکن یہ بھی نہین سمجھنا چاہئے کہ بائبل اسوقت تک برابر زندہ رہی ہے اور موت کا حادثہ اب ہی اُسپر واقع ہوا ہے۔ نہین بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ابتک بائبل عیسائیونکے درمیان بطور ایک قومی دیوتا کے دور سے ہی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی رہی ہے اور کسی نے کبھی اس کی اصلیت کی دریافت کرنے کے واسطے سعی نہین کی۔ ہزارون آدمیون نے اور علوم کی تحصیل کی مگر بائبل کو اندھا دُھند تسلیم کرتے رہے اور کبھی یہ سوال نہ اٹھایا کہ اس مین لکھا ہوا کیا ہے۔

ہندوستان مین اب تعلیم یافتہ گروہ مین بائبل کی یہ حالت عام طور پر تسلیم کی جا رہی ہے۔ اور یہان کا پادریون اور مشنریون کا حلقہ بھی بہت کچھ اس کی غلطیون سے آگاہ ہو رہا ہے۔ ہان بیچارے دیسی عیسائی ابتک اصل حقیقت سے بےخبر رکھے گئے ہین کیونکہ ان کو کبھی یہ اطلاع نہین دیجاتی کہ اب بائبل کے متعلق خود عیسائی لوگ کیا عقیدہ رکھتے ہین۔ برخلاف اسکے مذہبی مباحثات مین بے شرمی سے ابتک یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ بائبل خالص کلام الٰہی ہے اور اس مین انسانی ہاتھ کچھ دخل نہین رکھتا ہے

کہا جاتا ہے کہ بائیبل غلطیون سے پاک ہے حالانکہ بمشکل کوئی ایسا یوروپین یا امریکن تعلیم یافتہ عیسائی ملے گا جو دل سے ایسا عقیدہ رکھتا ہو۔ افسوس ہے کہ چند لوگون کو اپنے مذہب مین شامل کرنے کی نکمی خوشی کے واسطے ایسی غلط بیانیان کی جاتی ہین۔ اور جاہلون کے درمیان وہ غلط باتین صحیح بھائی جاتی ہین اس طرح مذہب نے ایک دھڑ داری کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اب بائیبل کا جادو ٹوٹ چکا ہے اور جس کو صداقتون کا خزانہ کہا جاتا تھا وہ بالآخر مخزن اغلاط ثابت ہو گیا ہے اور اب ان واقعات کو چھپانے کے لئے تم کتنی ہی محنت اٹھاؤ کوئی چیز ان پر پردہ ڈال نہین سکتی

ناظرین کو یاد ہو گا کہ سال گذشتہ مین اعلے تنقید کے مضمون کو بنگالہ کی عیسائی انجمن نے اختیار کیا تھا۔ جن پر ہم نے کچھ ریمارک اس رسالہ مین کئے تھے اور وہی ریمارک اس امر کا موجب ہوئے کہ مسٹر کورف نے ایک اپیل اکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیون کی خدمت مین تحریر کی۔ اُسی مضمون کو اب پنجاب کے پادریون کے جلسہ نے جو لاہور مین منعقد ہوا ہے لیا ہے اور اس جلسہ مین ۱۳۔ نومبر ۱۹۰۳ء کو جمعہ کے دن پادری جے ڈبلیو بیپ ورتھ نے اس مضمون پر اپنی تحریر پڑھکر سنائی ہے۔ ہمعصر اخبار سول ملٹری گزٹ لاہور نے ۱۷۔ نومبر ۱۹۰۳ء کے پرچہ مین اس تحریر کے بعض حصون کو بائیبل کی اعلی تنقید کی سرخی کے نیچے شایع کیا ہے اور ساتھ ہی ایڈیٹر اخبار مذکور نے اپنی طرف سے ایک پُرمعنی ریمارک کیا ہے جس مین وہ لکھتا ہے کہ پادری بیپ ورتھ کی تحریر کا مضمون اعلے تنقید تھا اور اس مضمون مین اس نے (یعنی بیپ ورتھ نے) اعلے تنقید کے ان نتائج پر ریویو کیا ہے جو سمجھدار عیسائیون مین اب عام طور پر تسلیم کئے گئے ہین۔ ہم اس ریمارک پر سچے دل سے اتفاق کا اظہار کرتے ہین۔ لیکن اتنا افسوس ہے کہ پادری بیپ ورتھ نے اس مضمون کا پورا حق ادا نہین کیا۔ کیونکہ یسوع مسیح کی الوہیت اور جی اٹھنے کے متعلق اعلی تنقید کی رائے کو اس نے اپنے مضمون مین بیان نہین کیا۔ حالانکہ یہ دونون باتین بائیبل کی بڑی بھاری غلطیون مین سے ہین اور اعلے تنقید نے ہر دو کا انکار کیا ہے۔ ہم یہ تو نہین کہہ سکتے کہ پادری بیپ ورتھ ان امور کا اظہار عیسائی انجمن مین کرنے کی جرأت نہین رکھتا تھا۔ کیونکہ اس نے اور کئی ایک ایسی باتین اُسی مجلس مین کھلے طور پر بیان کی تھین جو ان امور سے زیادہ نہین تو انہی کی طرح ضرور عیسائیت کا ابطال کرتی تھین اور درحقیقت اگر یہ مان لیا جائے۔ جیسا کہ پادری بیپ ورتھ نے کہا تھا کہ پرانے

اور نئے عہدناموں مین انسانی دست اندازی ایک حد تک بکثرت پائی جاتی ہے تو یسوع کی الوہیت اور اسکا بھی اٹھنا ہر دو مسائل خاک مین مل جاتے ہین اور پادری صاحب کا ایک حد تک انسانی دخل کی قید لگانا ان مسائل کی کچھ دستگیری نہین کر سکتا۔ مسٹر بیپ ورتھ کے بعض اقوال کو ہم اس جگہ نقل کرتے ہین جو اس نے اپنے لکچرون کے دوران مین کہے +

"آج سے پچاس سال پہلے لاکھون تعلیم یافتہ عیسائی بائبل کو غیر محققانہ نظر کے ساتھ دیکھکر اسے ایک معجزہ سمجھتے تھے۔ اگرچہ یہ بات خود بائبل کے بیش کردہ مضامین کے مخالف ثابت ہوئی ہے۔ اور نیز علوم تاریخ۔ سائنس۔ مناظرہ۔ خواص الاشیاء۔ علوم مقابلہ مذاہب علم لسان وغیرہ تمام علوم کی تحقیقات کے بھی مخالف ہے۔ الّا یہ مخالفتین نہ بھی ہوتین اور یہ سب باتین اسی خیال کی تائید کرتین تاہم اگر ان نتائج کو دیکھا جائے جو اس سے پیدا ہوتے ہین تو ان سے بھی ظاہر ہے کہ یہ خیالی بے قاعدہ اور بے ہنگم معجزہ بالکل بے فائدہ ثابت ہوا ہے۔ لاکھون عیسائی جو اس کتاب کو لفظ بلفظ اور حرف بحرف کلام الٰہی مانتے تھے ابتک اس کے صحیح اور اصلی معنے کرنے کے قابل اپنے آپ کو ثابت نہین کر سکے کیونکہ وہ اس سے نہ صرف متضاد اور مخالف معانی نکالتے رہے بلکہ بسا اوقات ایسے معنے کرتے تھے جن سے نہایت ہی خراب اور ضرر رسان نتائج پیدا ہوتے تھے۔ لیکن اعلے تنقید کی روشنی مین بائبل کے متعلق یہ رائے کہ وہ کلام الٰہی ہے بالکل غلط ثابت ہوئی ہے یہ ظاہر ہے کہ تاریخ اور سائنس کے معاملات مین بائبل کے بیانات غلطیون کے امکان سے پاک نہین ہین اور بائبل کا الہام بتدریج تکمیل پاتا تھا۔ اور اس واسطے ابتدائی منازل مین بالکل ناکمل تھا اور انسانی اجزا اپنی محدود حد بندیون کے ساتھ اس مین بکثرت پائے جاتے ہین۔۔۔۔۔۔ مذہب مین یہ تبدیلی آہستگی کے ساتھ لیکن یقینی طور پر اس وقت سے پوری ہو رہی ہے جب سے کہ مضامین اور ریویوز نے روشنی دیکھی ہے اور یہ وہ تبدیلی ہے جس کی نسبت متوفی آرچ بشپ آف یارک نے بیان کیا تھا کہ اس زمانے کے نہایت عجیب واقعات مین سے یہ ایک واقعہ ہے اور یہ اعلے تنقید سے پیدا ہوا ہے۔"

کتب موسےٰ اور کتب یشوعؑ کی تصنیف کے متعلق لکچرار نے بیان کیا کہ یہ امر بالکل ثابت شدہ ہے کہ ان کتابون کے بعض حصے کم از کم موجودہ شکل مین جلا وطنی سے واپسی کے زمانے کے اندر کے لکھے ہوئے ہین۔ پھر لکچرار کہتا ہے کہ اگر یہ سوال ہو کہ ابتک جو ہم عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ کتابین حضرت موسیٰؑ کی تصنیف ہین اب اس عقیدہ کو کیا کرین تو اسکا جواب سوائے اسکے اور کچھ نہین کہ اس عقیدہ کو تبک کہدینا چاہئے

یہ کتابین کوئی ظاہر یا مخفی دعوے اس امر کے لئے نہین کرتین کہ ان کو حضرت موسےؑ نے تصنیف کیا تھا
اس طرح تمام ابتدائی کتابین روائتین اور افسانے ہین نہ کہ تاریخی واقعات - پھر مسٹر بیپ ورتھ نے بیان کیا
کہ اس عقیدہ کے ماننے مین کہ ابتدائی الہامات کے وقت روح القدس تعلیم کے لئے روائیتون اور فسانون کا
عام استعمال کرتی تھی - ہم کوئی جلد بازی نہین کرتے اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی بات بناتے ہین کیونکہ
پولوس اور پطرس اور یہوداؔ نے اپنی ملہمانہ تعلیم کے درمیان یہودی روایات کو آزادی سے شامل کر لیا
ہے نئے عہدنامے مین شامل ہوجانے سے یہ افسانے حقیقی واقعات نہین بن سکتے - ان مقدس کتب
مین شامل ہوکر بھی وہ افسانے افسانے ہی ہین - ہان اتنا فائدہ ضرور دیتے ہین کہ ان سے ظاہر ہوتا ہی
کہ کس طرح سے افسانے ان الہامی کتب مین ملے ہوئے ہین اور یہی فائدہ ان سے کافی ہے" اب دیکھو مسٹر
بیپ ورتھ ایک عیسائی واعظ ہے - عیسائی پادریون کی انجمن مین کھڑا ہوکر لکچر دیتا ہے اور بڑی فراخ
دلی سے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ پرانا اور نیا عہدنامہ ہر دو انسانی دخل سے بھرے ہوئے ہین ہان
الوہیت یسوع کا فضول اعتقاد رکھنے والے اس بات کا انکار کرتے ہین - عیسائیون کے اخبار ایپی فینی
کلکتہ کا نامہ نگار جس کا مضمون بعنوان **اسلام** اسی اخبار کے پرچہ ۱۲ - دسمبر ۱۹۰۳ء مین نکلا ہے - اپنے
سوال کا جواب مسٹر بیپ ورتھ کے لکچر مین پڑھ سکتا ہے - اور چونکہ یہ لکچر ایک عیسائی کیطرف سے ہے
اسواسطے ہم امید کرتے ہین کہ اسکو ان جوابات سے تشفی حاصل ہوجائے گی +

جو حال پرانے عہدنامہ کا ہوا ہے وہی نئے عہدنامے کا بھی ہوا ہے - اور اناجیل کے مضامین مختلف
ماخذون سے لئے گئے ہوئے ثابت کئے گئے ہین جس سے اناجیل کی متضاد کہانیون کو کلام الٰہی ماننے
والون پر ایک بڑی مصیبت وارد ہوئی ہے - پس بائیبل کا مجموعہ من اولہ الی آخرہ انسانی تصانیف کا
ایک انبار ثابت ہوگیا ہے - اس طرح بائیبل کی صداقت کے قصہ کو جڑ سے اکھیڑ کر لکچرار اسکے متعلق
دعوے کو ایک نیا رنگ دینے کی تجویز کے درپے ہوا ہے - وہ کہتا ہے کہ "بالآخر اگر پہلے سوال ہو کہ
اعلےٰ تنقید کے یہ ناقابل تردید نتائج اس عزت پر کیا اثر رکھتے ہین جو کہ ہمین بائیبل کی کرنی چاہئے اور
مسئلہ الہام کی روایات کے متعلق کیا تبدیلیان پیدا کرتے ہین تو اس سوال کا جواب بیشک سنجیدگی سے دینا چاہئے
وہ لوگ جو بائیبل کو سب سے زیادہ پیار کرتے ہین - وہ لوگ جو اسکی پاک تعلیم سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھاتے
ہین ان کو نہایت ہی احتیاط کرنی چاہئے کہ بائیبل کے متعلق اندھا دھند جان بوجھکر کوئی ایسا عقیدہ نہ بنائین

جس کا دعوے خود بائبل نے نہ کیا ہو٭ - انکے لئے لازم ہے کہ بائبل کی قدر حد سے زیادہ بڑھانے کے لئے ایسی باتین اس کی طرف منسوب نہ کرین جو کہ ایک غور و فکر کرنے والے سنجیدہ خیال پرانے مقلد عیسائی کے نزدیک بھی بے ثبوت ہون چہ جائیکہ لایق کثیر التعداد تعلیم یافتہ عیسائیونکے نزدیک وہ باتین کھلی غلطیان اور جھوٹ کا رتبہ رکھتی ہون - جو کتاب انسانی دست درازیون اور انسانی حد بندیون سے اس طرح پیدا ہو اسکو سراً پا کلام الہی سمجھنا (خواہ اسکا نام عشق بائبل رکھا جائے یا کچھ اور) دراصل یہ بات بالکل بُت پرستی ہے یہ مبالغہ آمیز افسانہ کہ ان کتابون کے لکھنے والے نہ صرف کاتب روح القدس تھے بلکہ روح القدس کا خود قلم تھے - اور ان کی سب باتین معصوم اور مقدس ہین - ایسا کہنا مسیح اور حواریون کی تعلیم کے بالکل مخالف ہی - یہ ایک ایسی سخت غلطی ہے کہ اس سے بہت سے تاریک توہمات اور جرم پیدا ہوئے ہین - جو کہ نسل انسانی کے تنزل اور بیشمار تکالیف کا موجب واقع ہوئے ہین - پادریانہ ظلم و تعدی کی بے ہنگم عمارتین جو دنیا کی قومون کے لئے ایک لعنت کا موجب ہوئی ہین محرف و مبدل الہامی عبارتون کی تنگ و کوتہ بنیاد پر اُلٹی مخروطی شکلون مین بنائی گئی ہین - ملے جلے انسانی کلام کے متعلق جس سے قدرے سبق ملتے تھے یہ فرض کر لینا کہ وہ خود از اول تا آخر کسی انسانی طاقت سے برتر ماخذ سے لئے گئے ہین - ان بیہودہ تفاسیر کے طریقون اور سلسلون کے ایجاد کا موجب ہوا ہے جنہون نے کئی صدیون تک دنیا کو ایک عالم جہالت مین چھپائے رکھا - ایسے مسائل نے بہت سے مقامات پر کتاب الہی کے الفاظ کو بے معنی اور ناقابل حل چیستان بنا کر خراب کیا ہے "

اگر اس قسم کے الفاظ کسی مسلمان کے منہ سے نکلتے تو بہت سے جاہل عیسائی غصہ سے بھڑک اٹھتے - لیکن خوش قسمتی ہی کہ یہ ایک عیسائی پادری صاحب کا کلام ہے جو کہ انہون نے ایک معزز عیسائیون اور پادریون کے بھرے جلسہ مین تقریر کرتے ہوئے فرمایا اور اس رائے کی ایک معزز عیسائی اخبار نے نہ صرف تائید کی ہے بلکہ یہ بھی تحریر کیا ہے کہ کوئی سمجھدار عیسائی اس رائے کے ساتھ اختلاف نہین رکھتا - اگر پادری بیپ ورتھ کی گفتگو مین کوئی بات تعجب انگیز ہے تو یہی ہے کہ یسوع کی الوہیت اور جی اٹھنے کے متعلق مفصل بیان کرنے سے وہ ضرور قاصر رہا ہے حالانکہ اسلئے

٭ دراصل دنیا مین صرف ایک ہی الہامی کتاب ہی جو دنیا کے آگے یہ دعوی کر رہی ہی کہ وہ خدا تعالے کا خالص کلام ہی - اور تمام غلطیو نسے پاک ہی ورنہ اور کسی کتاب مین یہ دعوے نہین پایا جاتا اور وہ کتاب قرآن شریف ہے +

تنقید کے فضلا نے اس مضمون پر کھول کر تحریرین شایع کی ہین۔ ہم امید کرتے ہین کہ جلد اس عقیدہ کو عام طور پر گرجون کے وعظون مین شایع کیا جائے گا۔ اور اس طرح عیسائیت کا خفیہ بھوت اپنی اصلی شکل کی طرف تنزل کر کے عیسائی دنیا کے اوقات قوتین اور روپے کو جھوٹ کی اشاعت پر خرچ ہونے اور فضول ضایع ہونے سے بچالے گا۔ اور اس وقت روپیہ اور قوت کو کسی مفید کام پر آیندہ صرف کیا جائے گا۔ بائیبل کے متعلق عیسائیون کی یہ رائے ظاہر کرنے کے بعد ہم امید کرتے ہین کہ ہم اس سمجھدار عیسائی کی چھٹی کا جواب لکھنے سے سبکدوش ہوگئے ہین جو کہ عیسائیون کے پرچے ایپی فینی مین جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہین برابر ان بیہودہ اقوال کو دُھرائے چلا جاتا ہے جنکو اس سے پہلے اسکے ہم پیشہ بیان کیا کرتے تھے۔ بائیبل کے اصلی اور مقدس ہونے کے متعلق جو دعوے اس نے کیا تھا اس کی تردید خود عیسائیون کی شہادت سے ہم دے چکے ہین اور اسواسطے اب اسکے متعلق زیادہ تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہین ہے۔ اب یہ بات باقی رہی کہ باوجود ان سب باتون کے جو بائیبل کے متعلق مانی گئی ہین۔ بائیبل کو کس دعوے کا حق پہونچتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ بائیبل کو یہ عزت دیجاتی ہے کہ یہ ایک مجموعہ ہی جس مین کچھ تاریخی باتین ہین اور کچھ افسانے اور کچھ سچ ہے اور کچھ جھوٹ۔ معجزہ نمائی کی باتین جو کہ بائیبل کی تین چوتھائی حصہ مین بھری پڑی ہین اس تقسیم کے مطابق افسانون اور جھوٹ کی ذیل مین درج ہونگی اور پھر سوائے چند اخلاقی باتون کے جو تمام اخلاق کی کتابون مین پائی جاتی ہین باقی اور کچھ نہین رہتا۔ بلکہ ان غلطیونکے ڈھیر کیطرف نظر کر کے جن کے درمیان بعض سچائیان چھپی پڑی ہین وہ سچائیان بھی کچھ قابل اعتماد نہین رہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر بیپ ورتھ کی یہ رائے ہے کہ مذہبی مباحثات مین بھی بائیبل قابل سند نہین۔ اگر پادری صاحب کی یہ بات صحیح ہے اور ہم اس معاملہ مین ان کی کوئی مخالفت نہین کرتے تو بائیبل بالکل بے سود کتاب ہوجاتی ہے۔ اسکے ناقابل ذکر تھوڑے سے فائدے اسکے نقصانات سے بہت بڑھ کر ہین۔ بہرحال روحانی امور مین یہ کتاب ہرگز قابل اعتبار نہین اور نجات کے واسطے اسپر بھروسہ کرنا کسی دانا کا کام نہین ہے۔ پادری بیپ ورتھ کے لکچر سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اگرچہ خود پادری صاحب نے اپنے بچاؤ کے واسطے یہ الفاظ بول دیئے ہین کہ نجات کے لئے تمام ضروری امور اسمین موجود ہین۔ لیکن جب معجزات کا انکار ہوا تو نہ صرف اناجیل کی تاریخی صحت پر حملہ ہوتا ہے بلکہ عیسائی مذہب کی ایک اکلوتی شہادت کا بھی ساتھ ہی خون ہوجاتا ہے۔ درحقیقت بائیبل کی غلطیون کے

تسلیم کر لینے پر عیسائیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور پھر ایسے لوگون کی غلطی ہے کہ وہ اپنے آپ کو عیسائی کہین نہ وہ یسوع کی الوہیت کو مانتے ہین اور نہ اسکے مردون مین سے جی اٹھنے کی اقراری ہین اور اس طرح تثلیث وکفارہ ہر دو کو ترک کرنے کے بعد سوائے عیسائیت کے نام کے اور کیا باقی رہا۔ اور خدا نے چاہا تو ایک دن یہ نام بھی ان کو اتار کر پھینکنا ہی پڑے گا +

جب سے کہ بائیبل کی صداقت پر ایسا خطرناک حملہ ہوا ہے اور بائیبل کا الہامی کلام ہونیکا عقیدہ کچا ثابت ہوا ہے تب سے عیسائیت کی صداقت کے واسطے ایک نئی شہادت کا دعوے پیش کیا گیا ہے جس کو عیسائیت کا تجربہ کہتے ہین۔ مگر یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ڈوبتا تنکے کا سہارا پکڑے۔ بائیبل سے باہر عیسائیت کوئی شے نہین۔ اور عیسائیت کا تجربہ خود بائیبل پر مبنی ہے۔ یسوع کی الوہیت۔ اسکا مردون مین سے جی اٹھنا اور آسمان پر چڑھ جانا یہی باتین عیسائیت کے بڑے اصول ہین اور کوئی دانا آدمی ان باتون کو محض عقل کی رو سے ٹھیک نہین مان سکتا۔ صرف بائیبل کی کتاب ہی مین یہ باتین لکھی ہوئی ملتی ہین۔ اور بائیبل کی صداقت تاریخی واقعات کے متعلق سخت مشکوک ہوئی ہے۔ لیکن اگر ان مسائل کا انکار کیا جائے اور مانا جائے جیسا کہ اعلے تنقید مین تسلیم کیا گیا ہے کہ یسوع ایک فانی انسان تھا اور معصوم تھا اور اس نے کوئی معجزہ بھی نہین دکھایا اور مردون مین سے جی بھی نہین اٹھا اور آسمان پر نہین چڑھا تو پھر عیسائیت کا باقی کیا ان کے ہاتھ مین رہ جاتا ہے۔ مذہب عیسوی تو یسوع کی الوہیت اور جی اٹھنے کے مسائل کے ساتھ ہے اور اگر یہ باتین غلط ہین تو پھر یہ مذہب بھی جھوٹا ہی۔ دراصل عیسائیت کا تجربہ صرف ایک دھوکا ہے۔ اور ان لوگون کے دماغ کا اختراع ہے جو بائیبل کی غلطیون سے تو آگاہ ہو چکے ہین مگر عیسائیت کے بوسیدہ جبہ کو اتار کر پھینکنے کی ہنوز جرأت نہین رکھتے +

ریویو

عہدنامہ جدید کی کہانیون کی تمسخرانہ تشریحات

اس کتاب کو "ٹروتھ سیکر کمپنی" نیویارک نے شائع کیا ہے اگرچہ مضمون کا طرز ادا ظریفانہ ہے

مگر بااین ہمہ اس سے ایک سچا اور اہم سبق ملتا ہے - ایک وقت تو وہ تھا کہ پرجوش دینداروں نے ایک مردہ انسان کو جامہ الوہیت پہنا دیا تھا اور اب یہ وقت ہے کہ وہی فرد بشر اس اوج عزت و منزلت سے نیچے گرایا جاکر بزمرہ فانی انسانون کے داخل کیا جارہا ہے - اس کتاب مین وہ پیرایہ اختیار کیا گیا ہے جس سے مدعا مندرجۃ الصدر ظاہر ہوسکے - جہانتک اسکے مضامین سے مدعا مذکرہ بالا حاصل ہو سکتا ہے اس حد تک یہ کتاب نہایت عجیب اور اسکے مضامین دلچسپ ہین اور عمدہ سبق ان سے حاصل ہوتا ہے اناجیل کے واقعات کے راویون کی بیہودگیون کو تمسخرانہ تمثیلات و تشریحات کے ساتھ ناظرین کے لئے طشت از بام کیا گیا ہے - اور ساتھ ہی تنقید کر کے مضحکانہ حاشیے چڑھائے گئے - یسوع کے معجزات مندرجۂ اناجیل مین سے جن بھوتون کا نکالنا اور مردون کا جلانا دو خاص بھاری عمل تھے جیسا کہ انجیلون مین ذکر ہے اس کتاب مین یسوع کے ان عملیات کی بہت ہی عمدہ تصویر کھینچی گئی ہے +

آسیب زدگی کی تاثیرات پر اُس زمانہ مین بڑا یقین تھا جس زمانہ مین اناجیل لکھی گئین - اور یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہین کہ مسیحی معجزات کی فہرست بعض اسی قسم کے عجیب عملیات سے پُر ہے - ایک موقعہ پر یسوع دو آسیب زدہ آدمیون سے ملاقی ہوتا ہے جو فوراً اسکو شناخت کرتے ہین کہ وہ خدا کا بیٹا ہے - (خدا کا بیٹا شناخت کرنے کے لئے اسی قسم کے آدمی چاہئے) - یسوع اپنی لاٹھی سے اُن چھپے ہوئے جنون پر حملہ کرتا ہے - اور بھوت اس طرح مجبور ہو کر اُن آدمیون سے باہر نکل آتے ہین اور ایک خنزیرونکے گلہ مین جانے کی اس سے اجازت مانگتے ہین - وہ بھوت ایک دوسرے کے بعد ان آدمیون مین سے پرواز کر جاتے ہین اور خنزیرون کی پشتون پر جاکر سوار ہو جاتے ہین - اور ساتھ ہی انکو سمندر مین ایک ڈھلوانی جگہ کیطرف نیچے ہانکتے ہین - بیشک ایسا نظارہ قابل دید ہے خدا کا بیٹا بھوتونکے پیچھے دوڑتا ہے اور وہ بھوت اُن خنزیرونکے پیچھے دوڑتے ہین جو تمام پانی مین غرق ہو جاتے ہین - ایسا ہی ایک اور عجیب نظارہ بیان ہوا ہے - انجیلون مین ذکر ہے کہ یسوع کی صلیب کشی کے وقت قبرین پھٹ گئین اور مردے زندہ ہو گئے لیکن دوبارہ زندہ ہونا اتوار کی صبح تک وقوع مین نہین آیا - کیونکہ بالفاظ مصنف کتاب خدا "مُردے یسوع کے پہلے جی اٹھنے کی انتظار مین مودبانہ اپنی کھلی قبرون مین بیٹھے رہتے ہین" ایک بھوت کی سی شکل قبر مین سے رینگکر نکلتی ہے اور ایک شہر کے آدمی سے ملتی ہے جو اس کی مہیب و بدہیکل شکل کی وجہ سے اس سے نفرت کرتا ہے

پھر وہ اپنی بیوی سے ملتاہے جو خوف زدہ ہوکر آگے آگے بھاگتی ہے اور وہ مردہ اسکے پیچھے دوڑتا ہے اور اسے یقین دلاتاہے کہ وہ اس کا پیارا خاوند ہے۔مگر وہ عورت نہین ٹھہرتی۔بعد ازان وہ اپنے بچہ کے پاس آتاہے لیکن وہ ننھی سی جان اس زرد رنگ بھوت شکل سے ڈرجاتی ہے۔ اور باوجودیکہ وہ اسکو نرمی اور پیار سے تسلی دیتاہے مگر وہ اسکو موت جیسی شکل خیال کرکے چیخین مارکر بھاگ جاتاہے +

اس بھوتی واقعہ کی حماقت آخری نظارہ مین خوب بیان ہوئی ہے۔جہان وہ بھوت خیال کرتاہے کہ "یہ دنیا عبث ہے اور پھر ایک سمجھدار میت کی طرح واپس اپنی قبر مین لوٹ جاتاہے" یہ ان معجزات وکرامات کی بیہودگی کا حال ہے جو ہیچ وخم دیگر فرضیہ طور پر یسوع کے سرتھوپی گئی ہین

یہ کتاب شایع کنندگان سے بقیمت ایک ڈالر (تین روپے دو آنہ) کے مل سکتی ہے +

"اسلام کی فلاسفی"

مصنفہ "خواجہ خان۔ بی اے" نام ایک نہایت عمدہ خوبصورت کتاب چھپی ہوئی ۱۲۴ صفحہ کی انگریزی کتاب جو مضامین مصنف نے "مدراس ریویو" مین لکھے ہین ان مضامین کو اس کتاب کی شکل مین دوبارہ چھاپا گیا ہے۔جن لوگون کو تصوف سے دلچسپی ہے انکے واسطے اس مین مفید معلومات کا ذخیرہ ہے اور اس مین مختلف صوفیون کے گروہونکے خیالات عالم کی پیدایش کے متعلق اور روحانی تصورات واخلاقی اصولون اور تاریخی ترقی کے متعلق بیان ہوئے ہین اور اخیر مین دکن کے صوفیون کے مختلف فرقون کا ذکر ہے کتاب کی قیمت ایک روپیہ ہے اور علی گڈہ ڈیوٹی شاپ سے مل سکتی ہے +

ایک پادری کے خیالات اسلام پر

مسلمانون کی تعلیم مین مشکلات کے عنوان کے نیچے "مشنری ریویو آف دی ورلڈ" (امریکہ) ایک خط چھاپتا ہے جسکے نیچے دستخط یہ ہین "ایک ایسا شخص جو انکے درمیان کام کرتاہے" اور جسکو معلوم ہوتاہے

انجیل کا وعظ کرنے مین سخت ناکامی ہوئی ہے اسلئے وہ مجبور تھا کہ اپنی ناکامی کی کوئی وجہ تلاش کرے تاکہ وہ واپس نہ بلا لیا جاوے۔ اس امر کو چھپانے کے لئے کہ اس کی یہ ناکامی تثلیث وکفارہ کے بیہودہ عقاید کی وجہ سے ہے۔ خصوصًا جب وہ اسلام کی سیدھی سادھی اور معقول موحدانہ تعلیم کے بالمقابل پیش ہو پادری صاحب نے اسلام کے متعلق غلط بیانیان کرنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا اس کے نزدیک اسلام کی تاریخی طبیعت سکندریہ کے کتب خانے کے جلانے سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک عیسائی کا من گھڑت جھوٹ ہے جس نے پہلے اسے شایع کیا اور بعد کی نسلین اس جھوٹ کو آجتک رائج رکھتی چلی آئی ہین ابوالفرنگیس نے اس قصہ کو اپنی کتاب موسوم "ہسٹری آف ڈائینسٹیز یعنی خاندان" کے ذریعہ پہلے پہل دنیا مین شایع کیا۔ وہ کہتا ہے کہ یوحنا نے جسکا لقب فلوپین ہے عمرو فاتح مصر سے التجا کی کہ سکندریہ کا کتب خانہ اسکو ملے لیکن سردار عرب نے اگرچہ خود وہ چاہتا تھا کہ اس صرف ونحو کے ماہر کی خواہش کو پورا کرے۔ خلیفہ عمرؓ کے حکم کی تعمیل مین اس کتب خانہ کو جلا دیا۔ اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کتابون کے کاغذ اور کپڑے شہر کے چار ہزار حمامون مین تقسیم کئے گئے تھے اور ان کاغذات کا اسقدر بے قیاس انبار تھا کہ اس قیمتی ایندھن کے جلا کر ختم کرنے کے واسطے بمشکل چھ ماہ مکتفی ہوئے۔ یہ ایک عجیب جھوٹ ہے۔ بہت اغلب اور قرین قیاس یہ ہے کہ جس وقت یہ گفتگو یوحنا کی فاتح کے ساتھ ہوتی ظاہر کی گئی ہے اسوقت یوحنا فلوپین زندہ نہ تھا۔ بلکہ وہ اس سے پہلے ہی مر چکا تھا۔ چنانچہ مشہور مورّخ گبن کی تاریخ کے حاشیہ مین مندرجہ ذیل نوٹ درج ہے۔

چونکہ تمام مصنفان اس معاملہ مین ساکت ہین (یعنے فلوپین کی عمر کی ایسی درازی جو اس واقعہ کی صداقت کی موید ہو) اسلئے ہم نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ اس وقت سے بہت عرصہ پہلے فوت ہو چکا تھا جسوقت بیان کیا جاتا ہے کہ ابوالفرگیس نے یہ عجیب ملاقات فاتح عمرو کے ساتھ کی۔ گبن کہتا ہے کہ "اگر مجھ سے پوچھو تو مین تو بڑے زور کے ساتھ اس امر اور اسکے نتائج سے انکار کرتا ہون۔ یہ امر واقعی عجیب ہے۔ اسی واقعہ کا مورخ خود کہتا ہے کہ پڑھو اور تعجب کرو۔ ایک اجنبی کی اکیلی تحریر کو جو اس نے چھٹی صدی کے اختتام پر فارس کی سرحد پر لکھی ہو کچھ وقعت نہین دیجا سکتی جبکہ ہم اس سے بہت پہلے زمانہ کے دو واقع نگارون کی خاموشی کو دیکھتے ہین جو دونون واقع نگار مذہب کے عیسائی اور خاص مصر ہی کے باشندے تھے۔ اور ان دونون مین سے جو سب سے قدیمی ہے یعنی لاٹ پادری یوٹیکس اس نے سکندریہ کی فتح کا مفصل حال

لکھا ہے"! اس واقعہ کو جھوٹا ٹھہرانے کی وجوہات لکھنے کے بعد وہ طنز سے لکھتا ہے کہ "اگر واقعی آرین اور ماتو فرائٹ (عیسائیون کے دو فرقے) بحث مباحثات کے انبار سکندریہ کے حماموں مین ہی جلائے گئے تھے تو بھی ایک فلاسفر خوشی سے اس بات کو تسلیم کرے گا اور کہے گا کہ آخر یہ تو دے بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے ہی استعمال ہوئے" اسکا مطلب یہ ہے کہ جبکہ کم از کم ان سے اتنا فائدہ تو ہو گیا کہ حمام گرم ہو گئے ورنہ ویسے یہ مباحثات کسی کام کے نہ تھے۔) عیسائیون کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر حضرت عمرؓ ایسا ہی سخت آدمی ہوتا جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا ہے تو وہ عیسائیونکے ساتھ وہ نرمی نہ دکھلاتا جو اس نے یروشلم کے مقام پر دکھلائی جبکہ لاٹ پادری نے ان سے گرجا ہی مین نماز پڑھنے کی درخواست کی تو آپنے یہ درخواست نامنظور کی اور بعد ازان اس کی یہ وجہ بتلائی کہ "اگر مین تمہاری درخواست کو منظور کر لیتا تو بعد کے مسلمان میری مثال کی پیروی کے بہانے سے گرجا کو مسجد بنا لیتے اور معاہدہ کی شرط کو توڑ دیتے" درحقیقت اس قصہ کے مصنف عیسائی نے کتب خانہ سکندریہ کی تباہی کے متعلق کہانی بیان کرنے مین ایک عیسائی کا قصور ایک مسلمان کے ذمہ لگایا ہے۔ اصل بات اس طرح پر ہے کہ جس کتب خانہ کی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانون نے اسکو جلایا۔ اسکو عمروؓ کے مصر پر حملہ کرنے سے دو سو پچاس برس پیشتر بشپ تھیوفلیس نے تباہ کیا تھا اور یہ بے بہا ذخیرہ کتب کا اس طرح تباہ ہونیکے بعد پھر کبھی اُس طرح سے مرتب نہین ہوا۔ گبن لکھتا ہے "مین اب دوبارہ اس بیان کو نہین چھیڑونگا کہ کیونکر سکندریہ کے کتب خانہ پر مصیبتین آئین اور کیونکر پہلے قیصر نے مجبوراً اپنے بچاؤ مین وہان شعلہ بھڑکایا اور پھر عیسائیون نے شرانگیز تعصب سے بت پرستی کی یادگارونکو تباہ کرنے کی کوشش مین کتب خانہ کو تباہ کیا" اور پھر لکھتا ہے "سکندریہ کا بیش بہا کتب خانہ لوٹا گیا یا تباہ کیا گیا۔ اور تقریباً بیس سال بعد تک خالی الماریون کے دیکھنے سے ہر ایک دیکھنے والے کے دل کو رنج و غضب پیدا ہو جاتا تھا۔ جسکا دل مذہبی تعصب سے بالکل سیاہ نہین ہو گیا ہوا تھا" لیکن یہ کہانی عیسائیون کی طرف سے آج کے دن تک بڑی محنت سے شائع کی جا رہی ہے۔ حالانکہ اسکا جھوٹ ظاہر ہو چکا ہے تاکہ ایک عیسائی کا قصور ایک مسلمان کے ذمہ ڈالا جاوے۔ کیا یسوع کا مذہب اس جھوٹ سے سرسبز ہو گا۔ یہی کورانہ ضد اور تعصب اسلام کے برخلاف دیگر اعتراضات مین بھی پایا جاتا ہے مثلاً ایک یہ اعتراض ہے کہ "کیا ایک مسلمان جو قطبی ممالک مین رہتا ہے وہ اپنی عبادت کے وقتون اور گھنٹونکے شمسی بے انتظامی کی بابت اپنی مقدس کتاب پر اعتراض نہین کرے گا"

اب یہی سوال بعینہٖ عیسائیوں پر ہو سکتا ہے کہ قطبی ممالک میں اتوار کے دن کا کس طرح سے التزام کیا جاویگا جو ایک "یقینی - ضروری اور دوامی حکم کے ذریعہ سے خدائی پرستش کا دن قرار دیا گیا ہے - اور جو کتاب مقدس مین خدا کے دن کے نام سے موسوم ہے اور جو اختتام دنیا تک عیسائی سبت کا دن رہیگا" (دیکھو اقرار ایمان پادری صاحب کو اسلامی عبادت پر اعتراض کرنا تو سوجھ گیا ہے لیکن یہ نہین سوجھا کہ اتوار کے دن کی مشکل کو کس طرح حل کیا جاویگا جسکا دنیا کے اختتام تک ہر ملک اور زمانہ کے آدمیون کو پابند رہنا ضروری ہے ایک مذہب جو اسلام سے چھ سو سال پیشتر دنیا مین آچکا تھا اسکا فرض تھا کہ قطبی ممالک کے متعلق اس مشکل کو حل کرتا - لیکن اگر وہ ناقابل ثابت ہوا ہے اور اس نے اسکو حل نہین کیا تو اسلام نے یقیناً اسکو عمدہ طور پر حل کر دیا ہے - پادری لوگ اسلام کے برخلاف اعتراضون کے جمع کرنے کی بے صبری مین اپنے عقائد اور اپنی دینی تعلیم کو فراموش کر دیتے ہین - اور اس وجہ سے وہ ایسے مشکلات مین مبتلا ہو جاتے ہین جن سے ان کی خلاصی نہین ہو سکتی - جب تک وہ اپنے اعتراضونکو واپس نہ لیوین - ایسے حالات مین نماز ادا کرنے کے بارہ مین احادیث مین صاف ہدایات ہین اور حکم ہے کہ معمولی دن اور رات کی مقدار کا اندازہ کر کے وقت کو جانچ لیا کرین - ایسا ہی روزون کے بارہ مین ہے - کیونکہ کلام مجید مین صاف حکم ہے - "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" یعنے اللہ تعالےٰ کسی کی وسعت و طاقت سے بڑھکر اسپر بوجھ نہین ڈالتا چونکہ چھ ماہ کا روزہ انسان کی طاقت سے باہر ہے - اسواسطے یہ حالت آیت متذکرہ صدر کے زیر حکم ہے اور اس غرض کے واسطے معمولی دن کی تعداد کا اندازہ کر لینا چاہئے - خاص خاص صورتون مین عام آیات کی حکمت پر اڑنا بیوقوفی مین داخل ہے - خصوصاً جبکہ اس قسم کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے خود قرآن شریف نے پیش بندی کر کے ایک عام استثنائے کے نیچے حکم دیدیا ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا -

اس طرح پر قطبی ممالک کے واسطے بھی خدا تعالےٰ نے ہی ایک خاص حکم دیدیا ہے - حالانکہ یہ قطبی ممالک بمقابلہ دیگر وسیع آباد ممالک کے جہان ادائے صوم و صلوٰۃ مین کوئی مشکل پیش نہین آتی - قریباً قریباً غیر آباد ہین - لیکن جو مشکل اتوار کے متعلق پیش آتی ہے اس بارہ مین بائیبل مین کوئی حکم نہین ملتا - اور اس طرح عیسائی یا تو احکام اسلامی کی پیروی کرینگے یا ہمیشہ کے لئے اتوار کو الوداع کہدینگے اگر پادری صاحبان جو اور دنکے قصور معلوم کرنیکے شایق ہین حد کے اندر ہی رہتے - اور ایسے اعتراضات کرنے سے اپنے آپ کو روکے رکھتے جن مین خود ان کے عقائد پر اعتراض آسکتا ہے - تو ان کو خود بھی آرام رہتا - مگر یہ بالکل سچ ہے کہ پھر انکے ہاتھ مین کچھ بھی نہ رہتا -

کیونکہ اسکے مذہب اور علمیت کا کل مایۂ اعتراض ہی ہین۔ عام احکام اور قوانین پر ایسی وجوہات سے اعتراض کرنا
سراسر حماقت ہے۔ قرآن مجید مین عام قوانین و احکامات ہین اور بخاص خاص حالتون مین ان کا استعمال
بھی خصوصیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیا ممالک قطبی مین گھنٹون کا اس طرح سے انتظام نہین ہوسکتا کہ معمولی
اوقات کی مقدار و اندازہ پر انسان پانچ نمازین ادا کرے۔ وہان بھی آخر لوگون نے کام اور آرام کے لئے
اوقات مقرر کئے ہوئے ہین۔ پس انہین کو دن اور رات سمجھ کر نماز اور روزے کے فرایض ادا ہوسکتے ہین۔

اسلام کے برخلاف ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس کا کلام الہی قرآن مجید عربی مین ہے اسواسطے
یہ عام ہیئے ہر قسم کے لوگونکے لئے نہین ہوسکتا۔ پادری صاحب کی منطق دانی کے ادب کو ملحوظ رکھکر ہم
یہ پوچھتے ہین کہ یہ ان کی دلیل کیا وزن رکھتی ہے۔ پادری صاحب نے بے سوچے سمجھے یہ ایک لغو بات
کہہ دی ہے۔ اگر انجیلون کو عبرانی کی شکی روایات کی بنا پر یونانی مین ترجمہ کرکے ان کی عام طور پر منادی
اور تبلیغ ہوسکتی ہے تو پھر قرآن مجید کی جو بزبان عربی وحی ہوا اور بڑی حفاظت سے ہم تک پہونچا اس کی
کیون عام طور پر منادی نہین ہوسکتی بلکہ اور بھی دیکھنا چاہیئے کہ یسوع کے حکم کو توڑکر انجیلون کی عام منادی
کی جارہی ہے کیونکہ یسوع کا حکم تھا کہ صرف میری اپنی قوم یہود مین ہی اس کی تبلیغ کیجاوے اور کسی کو
نہ کیجاوے۔ حالانکہ مقدس قرآن مجید کی تبلیغ عام پر اعتراض اٹھایا جاتا ہے۔ باوجودیکہ اس کی عام تبلیغ کے
بارہ مین صاف آیت ہے کہ یہ قرآن مجید تمام عالم کی ہدایت کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ جب ایسے ایسے سمجھدار
پادری جیسے کہ مشنری ریویو آف دی ورلڈ کا یہ نامہ نگار ہے انجیل کے وعظ کے واسطے باہر بھیجے جاتے
ہین تو دانا آدمی یہ نتیجہ نکالیگا کہ اچھے پادری اب نہین ملتے۔ کیونکہ جو ہونہار آدمی ہین وہ دوسرے کامونین
جو محنت کے کام ہین لگ جاتے ہین لیکن ایک صفت ہے جس سے یہ پادری خصوصًا مسلمانون مین کام کرنے
کے مناسب و لایق ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح اسکے متقدمین جھوٹ بول کر میدان مناظرہ و مباحثہ جیتا
کرتے تھے اس فن کی اس کو پوری ماہیت اور واقفیت ہے اور اسکے واسطے راستہ نکل آیا ہے۔ مفصلہ
ذیل ایک کہانی جو اسکے ہم پیشہ کی ہی گھڑی ہوئی ہے بیان کی گئی ہے۔ "ایک انگریز نے جو مسلمان ہو گیا
تھا ستارہ بیت اللحم کے قصہ کی بنا پر عیسائیت کو جھوٹا ٹھہرا کر دعوت مقابلہ کی۔ اسکا دعوے یہ تھا کہ اس
ستارہ کے قصہ کے سچ یا جھوٹ ہونے پر بائیبل کے سچے جھوٹے ہونیکا انحصار ہے۔ اور بائیبل کے
سچا یا جھوٹا ہونے پر مذہب عیسائی کے سچا یا جھوٹا ہونیکا مدار ہے اور چونکہ ازروے علم طبعیات کے

اس ستارہ کا قصہ بالکل ناممکن ہی۔ اسواسطے تمام تانا بانا ٹوٹ جاتا ہے اور عیسائیت کی ساری عمارت گر جاتی ہے۔ اس دعوت کو ایک یونانی واعظ انجیل نے قبول کیا جس نے مسلمانوں کے ایک مشہور قصہ کو پیش کیا کہ کس طرح چاند ایک رات کو آسمان سے اترکر دو ٹکڑے ہوکر پیغمبر صلعم کے لبادہ کی ایک آستین سے گذر کر دوسری آستین سے نکل گیا۔ اس عیسائی نے سوال کیا تھا کہ جس وقت چاند پیغمبر صلعم کے لبادہ کی آستینوں سے گذرا تو کس مقدار تک گھٹا گیا تھا۔ یا کس قدر ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا تھا اس معاملہ میں کس قدر وقت صرف ہوا تھا اور کس ذریعہ سے اس طرح وقوع میں آیا" قصہ یہاں ختم ہو جاتا ہے۔ اور جو اس انگریز نے جواب دیا وہ بیان نہیں کیا گیا ہے۔ پادری صاحب شاید شرمندہ تو نہ ہونگے۔ جب انکو بتلایا جاوے کہ یہ "مشہور مسلمانوں کا قصہ" قرآن مجید میں ہرگز نہیں ہے۔ نہیں بلکہ انکو اپنی جہالت اور ناواقفیت پر ناز ہوگا۔

بدی۔ جہالت۔ علم سے نفرت۔ مکر و فریب اور ہر ایک قسم کے عیب اسلام کیطرف منسوب کیئے گئے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک ایسا سلسلہ ہے جس کی غرض راستبازی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جھوٹے طور پر راستباز ظاہر کرتا ہے۔ ہر ایک نیکی یسوع کی انجیل کیواسطے رکھی گئی ہے۔ جسکو ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ نجات کی طرف لیجانیکے واسطے ایک خدائی طاقت ہے۔ مسیح کی پیروؤں کی شوخی ناقابل برداشت ہو رہی ہے۔ اور ان کا بار بار اپنی اخلاقی فضیلت کو بے دلیل پیش کرنا بہت رنجیدہ ہو گیا ہے۔ انکو اپنے مخالفین کے عقاید کے خیالات کا ذرا تک بھی پاس نہیں ہے۔ اور نہ ان کی یہ خواہش ہے کہ جس حد تک ایمانداری کے ساتھ تنقید اور سچائی اجازت دیتی ہے ان حدود کے اندر رہیں۔

"کرہ زمین کے دوسرے حصے سے ایک آواز"

بخدمت ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز۔ آپ کے نہایت بے نظیر میگزین کا ایک پرچہ مجھے ملا ہے جسکو میں نے نہایت دلچسپی سے پڑھا ہے کیونکہ وہ خیالات کا ایک بالکل نیا میدان ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ اس میگزین کے بعض بیانات کا میں مفصل طور پر جواب لکھوں۔

مین نہایت ہی خوش ہون کہ مشرق اور مغرب کے تعلقات قریب ہوتے چلے جاتے ہین۔ اور ہم خیالات کا تبادل بخوبی کر سکتے ہین۔ مین چاہتا ہون کہ تمام مذاہب کی سچائی خوبی اور نیکی کو پاؤن۔ کیونکہ ہر مذہب مین کچھ سچائی اور کچھ جھوٹ ہوتا ہے تاہم دنیا کے تمام مذاہب ایک ہی دائرہ کے نیم قطر ہین جس کا مرکز خدا ہے + خدا سے میری مراد ایک ایسی ہستی سے ہے جو غیر محدود۔ ازلی۔ ہر جگہ موجود۔ تمام جانون اور تمام چیزون مین نافذ ہو۔ اسکا وجود ایسا قریب ہے کہ خود بخود ظاہر ہو رہا ہے +

ستمبر سنہ ۱۹۰۳ء کے ریویو مین ہمارے ملک کے ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی کا بہت ذکر کیا گیا ہے۔ مین نہین خیال کر سکتا کہ اس شخص کو کسی معزز محکمہ نے ڈاکٹر کا خطاب عطا کیا ہو۔ اس نے ڈاکٹر کا لقب آپ ہی اپنے نام کے ساتھ لگا دیا ہوگا۔ ہمارے ملک کے فہیم عالم اور مہذب لوگ اسکو ایک گنوار یا مسمریزم مین کسی قدر مشاق سمجھتے ہین۔ وہ اپنے سریع الاعتقاد اور جاہل مریدون پر اپنا اثر ڈالتا ہے تاہم اس مین شک نہین کہ مسمریزم کرنیوالا اگر اپنی طاقتون کو ٹھیک استعمال کرے تو بہت سے نیک کام دنیا مین کر سکتا ہے۔ ڈوئی نے اپنے مریدون مین میل کچیل بیہودہ دوائیون۔ شراب اور تمباکو کے استعمال کو دور کرنے اور کفایت شعاری اور محنت کا رواج دینے مین نیکی کا کام کیا ہے لیکن ایسے آدمی کا یسوع مسیح کا قائم مقام یا الیاس کا بروز کہنا ایک بیہودہ حرکت ہوگی۔ وہ ایسی موٹی گالیان اور لعن وطعن اپنی گفتگو مین استعمال کرتا ہے کہ کسی عیسائی واعظ کے منہ سے ایسی باتین نکل نہین سکتین لیکن وہ سب گالیان اوپر کیطرف کے تھوکنے کی طرح اس کے اپنے ہی منہ مین آپڑتی ہین۔ اس کی زندگی اور اسکے کام چند روزہ ہستی رکھتے ہین۔ ایسے شخص کی نسبت یہ دعوے کرنا کہ وہ خدا کے ساتھ کوئی خاص تعلق رکھتا ہے ایک نہایت ہی محض بیہودگی ہوگی۔ اور یہی فقرہ ان سب کے متعلق بولا جا سکتا ہے جو آپ ہی نبی بن بیٹھتے ہین خواہ وہ کسی زمانہ مین ہوئے ہون۔ اور خواہ ان کا نام عیسائیون کی بائبل مین ہی درج ہو +

میری رائے مین ڈوئی اور نبی ہند کے درمیان دعا کا ڈول جو تجویز کیا گیا ہے اسکا نتیجہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ نقلی لڑائیون مین جو خالی کارتوس بندوقین چلائی جاتی ہین تو نتیجہ سوائے دھوان اڑنے کے اور کچھ نہین ہوتا۔ خدا تعالی دنیا کی حکومت غیر متبدل قوانین کے ساتھ کر رہا ہے دنیا مین ہر جگہ ہم تمام قدرت اور دل اور جگر مین یہی دیکھ رہے ہین کہ ایک طرف اسباب ہین اور دوسری طرف انکے نتائج۔ دعائین ان قوانین کو تبدیل نسخ نہین کر سکتین۔ ان قوانین کے ماننے سے امن اور خوشی حاصل ہوتی ہے اور ان کی نافرمانی سے دکھ اور تکلیف

کوئی بتا نہین سکتا کہ آیندہ کیا ہوگا۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص سلسلہ علت و معلول پر توجہ کرکے یا علم مناسبات کو دیکھ کر کچھ نتیجہ نکالے۔ اس عالم مین کسی شخص کو نہ کبھی کوئی خاص حقوق حاصل ہوئے ہین اور نہ ہو سکتے ہین +

یہ کہنا کہ یسوع مسیح صلیب پر نہین مرا تھا بلکہ بیہوش ہوگیا تھا اور اچھا ہوکر ہندوستان کو بھاگ گیا تھا۔ ایک بیہودہ خیال ہی جس پر سنجیدہ اور تعلیم یافتہ عیسائی کچھ توجہ نہین کر سکتے۔ ایک ایسے افسانہ پر بلحث کرکے مین اپنے وقت اور طبیعت کو خراب کرنا نہین چاہتا۔ انہی اخلاق اور عادات کا کوئی اور شخص ہوگا کوئی اور ناصرہ کا رہنے والا ہوگا۔ ویسی ہی زندگی اور ویسی ہی طبیعت کا کوئی اور آدمی ہوگا۔ کوئی اور یسوع ہوگا جو ہندوستان کو گیا ہو۔ اور وہان رہا ہو۔ لیکن ممکن نہین کہ وہ ہمارا بہادر اور نڈر یسوع مسیح ہو۔ وہ ایسا بزدل نہین تھا کہ کسی ایک آدمی یا کئی آدمیون کے ادنے خوف سے اپنے ملک کو چھوڑ کر بیعزتی کا بھاگنا اختیار کرتا اگر وہ ایسا کرتا تو اسکا یہ فعل اس کے اقوال افعال اور تعلیم کے بالکل مخالف ہوتا۔ ایسا کرنا اسکی تمام زندگی کا الٹ اور اس کی روح کے برخلاف تھا بیشک اس نے اپنی کانشنس کے مقدس حقوق اور اپنی آزادانہ گفتگو کی حمایت مین صلیب پر بیخوف ہوکر جان دی۔ لیکن ہمین اس بات سے کچھ تعلق نہین کہ وہ کہان۔ کب یا کس طرح مرا لیکن دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ اس نے کس طرح سے زندگی بسر کی اور کیا کیا کام کئے اسکی زندگی تعلیم اور نمونہ لوگون کی نجات کا باعث ہوا نہ کہ اسکی موت اور نہ ہی اسکا خون +

کوئی پورا تعلیم یافتہ فاضل مہذب عیسائی واعظ اس بات کی تعلیم نہین دیتا کہ یسوع خدا تھا یا کسی معنے مین بھی خدا کا شریک تھا وہ صرف ایک مقدس انسان تھا جسکو شاندار اور اصلی ذہانت یعنی الہام حاصل تھا۔ میرے نزدیک ذہانت اور الہام ایک ہی چیز ہے۔ وہ خدا کی شکل مین بنایا گیا تھا۔ اور خدا کا ایک حصہ تھا۔ جیسا کہ تمام نیک انسان ہوا کرتے ہین مگر اس نے کبھی یہ دعوے بھی نہین کیا تھا کہ مین خدا ہون یا خدا کے برابر ہون بلکہ ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ یسوع جیسے ہر ایک آدمی کو الوہیت کی صفات ثلاثہ مین سے حصہ دیا جاتا ہی اور وہ صفات اخلاقی۔ عقلی اور روحانی ہین جو کہ حدود دائرہ مین انسان کو حاصل ہوتی ہین۔

یسوع مسیح کامل نہ تھا اور نہ وہ معصوم تھا۔ اس نے غلطیان بھی کین بلحاظ اخلاق کے کبھی وہ ہمیشہ حق پر نہ تھا۔ بشرطیکہ حواریون نے اسکے متعلق صحیح خبر بیان کی ہو لیکن یہ امر بھی نہایت ہی شکی ہی کہ حواریونکے بیانات صحیح ہون

بھلا جو آدمی انجیر کے درخت پر سے کھانیکے لئے کچھ پھل نہ پاکر بیجان درخت پر لعنت کرتا ہی - اگر اس کو ہم پاگل نہ سمجھین تو اور کیا کہین - صرافونکو کوڑے مار کر نکالنے کی کہانی جو انجیلون مین مذکور ہے کسی کا افترا معلوم ہوتا ہے - کیونکہ ایسی باتین اسکی زندگی - روح اور اعمال کے بالکل مخالف ہین ایسی باتونکو ہم صحیح نہین تسلیم کر سکتی غالباً اس نے انکو اپنی زبان کے ساتھ کوڑے لگائے ہونگے اصل بات یہ ہی کہ بائبل کے پُرانے اور نئے عہدنامہ مین بہت سے افسانہ جھوٹے قصے اور کہانیان پائی جاتی ہین جن کو کوئی پورا فاضل تعلیم یافتہ عیسائی لفظی معنو یا بالکل سچے اور صحیح تسلیم نہین کر سکتا - ایسا ہی یونس نبی اور مچھلی کا قصہ اور سورج کے کھڑا ہو جانیکی کہانی سب جھوٹے افسانہ ہین - باوجود اس کے پرانے عہدنامہ مین بعض بڑی بڑی صداقتین بھی موجود ہین +

مسیح کے جی اٹھنے کا قصہ ایک صاف جھوٹا افسانہ ہے جسکو بلا شبہ اس کی موت کے بعد کسی نے افترا کر لیا ہوگا - انسانی جسم کا اس طرح زندہ ہو جانا از روئے سائنس ایک ناممکن امر ہے اس مسئلے کے برخلاف اسقدر دلائل موجود ہین کہ یہ ہرگز قابل تسلیم نہین - اور اکثر عیسائیون نے اب اس عقیدہ کو ترک کر دیا ہے آج جو شخص ایسا عقیدہ شائع کرے وہ جاہل سمجھا جاتا ہے - اگر کوئی مردہ اس طرح جی اٹھے - تو یہ ایک بڑا بھاری معجزہ ہوگا لیکن ہم ان معجزات کو نہین مانتے ہان یہ جسم کسی پھل یا پھول یا سبزی مین پھر نمودار ہو سکتے ہین +

ہان یہ بات بالکل صحیح ہی کہ یسوع کی روح یا جان کا رفع ہوا تھا اور وہ ایتھر مین ایک جسم اختیار کر کے حواریون کو نمودار ہوا تھا - اس مین کوئی عجیب بات اور معجزہ نہین ہے کیونکہ ایسا رفع یسوع سے پہلے بھی اور اب بھی کروڑون دفعہ ہو رہا ہے - یسوع نے ہمین نمونہ دکھایا تھا کہ انسان کو کس طرح رہنا چاہئے وہ مر گیا ہے اور اس کی روح زندہ ہے اور ہمارے درمیان حرکت کر رہی ہے - مین اس مضمون کو انہین الفاظ کے ساتھ ختم کرتا ہون کہ وہ عیسائیت روحون کے رفع کا موجب ہو سکتی ہے - جو بیرونی رسومات کے پردون مین گھری ہوئی نہ ہو - تمام زمانے اس امر کو تسلیم کرینگے کہ انسان کے بیٹون مین سے کوئی یسوع سے بڑھکر نہین ہوا +

راقم او - ایل - ہاروے ساکن وسٹ لیفٹ انڈیانہ
ملک یونائٹڈ سٹیٹس امریکہ -

ہا ہم اس چٹھی کو بغیر کسی قسم کی رائے کے چھاپ دیتے۔ لیکن بعض اہم سوالات پر مسٹر ہاروے کی غلط راؤن نے مفصلہ ذیل مختصر ریمارک لکھنے کی ضرورت پیدا کی ہے۔

اپنی چٹھی کے آغاز ہی مین وہ فرض کرتا ہے کہ ہر ایک مذہب مین کچھ صداقت اور کچھ جھوٹ ہوتا ہی ہم اسکا نام امر مفروضہ یا خیالی رکھتے ہین کیونکہ یہ ایک بے دلیل خیال ہی اور اس کی تائید مین کوئی معقول بات پیش کرنے کی سعی نہین کی گئی ہے۔ یہ ہرگز قابل یقین نہین ہے کہ مسٹر ہاروے نے تمام مذاہب کی کتابون کا مطالعہ کیا ہے۔ یا کہ وہ اس حیثیت و قابلیت کا آدمی ہے کہ وہ ان جملہ مذاہب کے حسن و قبح (جھوٹ و راستی) مین امتیاز کر سکے۔ ہان ہم یہ تسلیم کرتے ہین کہ اس نے عیسائیت کی چھان بین کی ہی اور اسی سے اس نے دیگر جملہ مذاہب کے متعلق ایسا خیال کر لیا ہے۔ ہم اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہین کہ جو جھوٹ اسے عیسائیت مین ملا ہے اس جھوٹ کی اس نے صریحًا تردید کی ہے۔ لیکن ایک خاص مذہب کے متعلق خیال کو عام کر دینا ٹھیک نہین ہی۔ چاہیئے تھا کہ پہلے وہ صداقت کے پرکھنے کے لئے کوئی معیار مقرر کرتا۔ اور ہم اسکو دکھلاتے کہ اسلام ہی صرف ایک ایسا مذہب ہے۔ کہ جو ایک طرف تو ہر ایک قسم کی غلطی و دروغ سے مبرّا ہونے کا دعوے کرتا ہے اور دوسری طرف اپنے اس دعوے کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ روئے زمین پر اور کوئی ایسا مذہب نہین ہے جو ان ہر دو امور مین سے ایک کو بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ مزید برآن مسٹر ہاروے کے اپنے بیان کے رو سے جو مذہب وہ اختیار کر رہا ہے غلطی سے خالی نہین ہی۔ اور کم از کم یہ بیان کہ "کوئی مذہب جھوٹ سے خالی نہین" خود غلط ہے۔ ہم امید کرتے ہین کہ غور کرنے پر اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس نے بے دلیل ایسی تھیوری کے قائم کرنے مین غلطی کھائی ہی اور وہ اس تحقیقات پر اپنا زیادہ وقت اور طاقت خرچ کریگا۔ کہ آیا روئے زمین پر کوئی ایسا مذہب بھی ہے جسکے اصول ہر ایک قسم کی خطا سے مبرّا ہین۔ مختلف مذاہب جیسا کہ وہ کہتا ہی نصف قطر نہین ہین بلکہ وتر ہین جن مین سے صرف ایک ہی مذہب ہی جو مرکز مین سے گذرتا ہے اور اسلئے صرف ایک ہی سچا مذہب ہے اور ہر ایک متلاشی حق کا فرض ہی کہ اسی سچے مذہب کی تلاش کرے۔

پھر مسٹر ہاروے ذکر کرتا ہے کہ دعا کا مقابلہ ایک فضول چیز ہے جس سے کوئی نتیجہ پیدا نہین ہو سکتا۔ بالفعل ہم اسکے متعلق کچھ نہین کہتے لیکن مسٹر ہاروے کو یہ یقین دلاتے ہین کہ جیسا کہ اسکا خیال ہے اسکا نتیجہ ایک مصنوعی لڑائی کا دھوان نہین ہوگا بلکہ جلتی ہوئی آگ کا ایک شعلہ ہوگا جس مین

جھوٹا دغاباز جل جائے گا اور جو شخص راستباز اور خدا کے نزدیک مقبول ہو اس کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے عجیب کام اور قدرتین ظاہر ہونگی جب وہ باتین ظاہر ہونگی جن کو کوئی انسانی آنکھ نہین دیکھ سکی۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ اپنے بندے پر ظاہر کین۔ اسکے بعد مسٹر ہاروے کہتا ہے کہ قانون قدرت لاتبدیل اور اٹل ہو اور دعا سے نہ قانون بدل سکتا ہے نہ منسوخ ہوسکتا ہے۔ اس مین کچھ شک نہین ہے کہ یہ ان لوگون کا خیال ہے جن کو خدا تعالیٰ پر ایمان نہین۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دعا کو قبول فرمانا۔ اور اس کی تاثیر ہی صرف ایک راہ ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی شناخت ہوتی ہے۔ جو لوگ اس ذریعہ سے اسکو نہین پاتے وہ واقعی تاریکی مین پڑے ہوئے ہین۔ وہ نہین جانتے کہ انکا خدا کیسا طاقت ور ہے۔ نہین ان کو تو اس کے وجود کا بھی یقین نہین ہے۔ صرف یہی دروازہ تھا جس دروازہ سے انبیاء نے اللہ تعالیٰ کو پایا ہو۔ مسٹر ہاروے کہتا ہے کہ یسوع کی تعلیم اور اس کا نمونہ انسان کو نجات دیتا ہے لیکن وہ یہ بھول گیا ہے کہ یسوع کی زندگی مین دعا کا کیسا نمونہ ملتا ہے اور کس طرح پر اپنے پیرؤون کو اس نے دعا کی تعلیم دی۔ جبتک اللہ تعالیٰ کو اس کی عظیم الشان طاقتون کے ساتھ جو قبولیت دعا سے ظاہر ہوتی ہین اور اسکے عجیب وسیع علم کے ساتھ جو پیشگوئیون کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے شناخت نہ کیا جاوے تب تک اللہ تعالیٰ پر ایمان کیا ہے ایک تمسخر و مضحکہ ہے۔ مادہ پرست انسان کی آنکھون پر ایک پردہ پڑا رہتا ہے۔ اور جب تک یہ پردہ اس کی آنکھون سے دور نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی عظمت و شان و شوکت و جاہ و جلال کے ساتھ نہین دیکھ سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شناخت کی یہ راہ عیسائیت کے واسطے عرصہ سے بند ہو چکی ہے۔ اسواسطے عیسائی اللہ تعالیٰ کو نہین دیکھ سکتے۔ اسلام مین یہ راہ کھلی ہے۔ اور اسلام مین اس وقت وہ انسان کامل موجود ہے جو اس بات کا ثبوت دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤن کو سنتا ہے اور اپنے پیارے بندون مین سے جسکو چاہتا ہے اس پر اپنے عجیب الہام و وحی بھیجتا ہے۔ اب وقت ہو کہ اس خدا کے بھیجے ہوئے کی آواز پر کان دھرا جاوے کیونکہ صرف یہی راہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا پتہ لگتا ہے۔ اس لئے ہم مسٹر ہاروے کو نصیحت کرتے ہین کہ دعا اور پیشگوئیون کے مضمون پر اسے بہت توجہ سے غور کرنا چاہئے اور صرف چند مہمل الفاظ سے اسکو رد نہ کرنا چاہئے۔ دعا کے مضمون پر کسی قدر

گذشتہ پرچون مین بھی بحث ہو چکی ہے۔ اور کسی مناسب موقعہ و وقت پر پھر بھی اس پر کچھ لکھا جاوے گا ؛

مسٹر ہاروے کی چٹھی کا نہایت ہی عجیب دلچسپ حصہ یسوع کے فرار کے متعلق ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فرض کر لو کہ یہ تمام واقعات ثابت شدہ ہین۔ مان لو کہ زمانہ بھی وہی تھا۔ مان لو کہ یہ شام کا ایک یہودی تھا جو ہندوستان کو آیا۔ مان لو کہ اسکا نام بھی یسوع تھا۔ یہ بھی مان لو کہ اس فرار شدہ کی زندگی اور چال چلن یسوع جیسے ہی تھے۔ لیکن اس پر بھی مسٹر ہاروے اسے وہ یسوع نہین سمجھتا جس کا حال ٹھیک یا شائد غلط طور پر انجیلون مین درج ہے۔ اور جب ہم ان ثابت شدہ واقعات پر باقی ثابت شدہ واقعات بھی ایزاد کر دین اور مان لین کہ یہ وہی یسوع ہے جس نے باغبان کے لباس مین بھیس بدلا۔ یہ وہی یسوع ہے جسکے زخمونکو حواریوں نے دیکھا اور مس کیا۔ یہ وہی یسوع ہے جس کے زخمون پر مرہم عیسے جو مرہم حواریین کے نام سے بھی مشہور ہے لگائی گئی تھی۔ یہ وہی یسوع (آسف) ہے جو بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑون کی تلاش مین نکلا تھا۔ یہ وہی یسوع ہے جو شاہزادہ نبی کے نام سے مشہور رہتا۔ یہ وہی یسوع ہے جسنے بشارت انجیل کی منادی و وعظ کی کیونکہ وہ اپنی کتاب کا نام بشرے رکھتا ہے۔ تو اس کشمیری یسوع (یوز) کے متعلق سارے ثابت شدہ واقعات آ گئے۔ لیکن ہم نہین کہہ سکتے کہ مسٹر ہاروے کو ان سے بھی تسلی ہوتی ہے کہ نہین کہ "ہمارا جوانمرد یسوع" اور یہ یسوع ایک ہی شخص ہے۔ جو دلائل و وجوہات اس نے دئے ہین اس لئے خیال کیا ہے کہ ان دلائل کو کوئی شہادت خواہ کتنی ہی قابل اعتبار ہو نہین توڑ سکتی پہلے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ یسوع اسقدر بے خوف و خطر تھا کہ وہ دشمنون کے خوف سے کسی دوسرے ملک مین بھاگ کر نہین جا سکتا تھا۔ اور اسی ایک فرضی بات پر تمام وجوہات مخالف کو جھوٹ سمجھ لیا گیا ہے۔ اول تو ہم یہ نہین کہتے کہ صرف یہودیون کے خوف کی وجہ ہی سے یسوع مشرق کیطرف چلا گیا تھا۔ اسکو بخوبی علم تھا۔ کہ یہ اس کا فرض تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے دس گم شدہ فرقون کو انجیل کی منادی کرے۔ اس نے گم شدہ بھیڑونکا بار بار اپنے وعظون مین ذکر کیا تھا۔ اسواسطے اس کا افغانستان اور کشمیر کو جانا ایک پہلے ارادے کا پورا کرنا تھا۔ اسی طرح پر انجیل کے اور مقامات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملک کی طرف جانا چاہتا تھا اس نے یہ

کہا تھا کہ نبی بےعزت نہیں ہوتا۔ مگر اپنے وطن میں۔ اسکا ہندوستان کو آنا صرف شام کے یہودیوں کے خوف کیوجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ ان یہودیوں کی سخت دلی پر مایوسی اور حکم الٰہی کی تعمیل کی وجہ سے تھا ساتھ ہی اس بات سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ بہ تقاضائے بشریت اس نے یہودیوں سے بھی خوف کیا۔ اور اس لئے احتیاط مناسب کو عمل میں لایا۔ صرف ایک ہی موقعہ ایسا نہیں تھا جسپر اس نے ایسا خوف ظاہر کیا۔ بلکہ جب کبھی کسی پُرجوش جماعت یا مجمع سے اسے جان کا خطرہ ہوتا تھا تو وہ بھاگ جایا کرتا تھا۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو مسٹر ہاروے صاف لفظوں میں اقرار کرتا ہے کہ یسوع بے خطا نہیں تھا۔ معصوم نہیں تھا۔ اور دوسرے نقصوں سے خالی نہیں تھا۔ بلکہ اسکو ایک معمولی انسان (ہاں نیک انسان) سمجھتا ہے۔ لیکن بے خوف اور نڈر ہونے کے معاملہ میں پھر وہ اس کو خدا بنا کر اس کی پرستش کرنا چاہتا ہے۔ کیا ڈرنا انسان کا خاصہ نہیں ہے یہ عجیب تماشہ ہے۔ اگر یسوع کامل اور عیبوں سے خالی نہ تھا۔ اگر وہ ہر موقعہ پر اخلاقی نقصوں سے بچا ہوا تھا تو یہ کیونکر ناممکن تھا کہ وہ ڈر جائے۔ یہ اپنی طرف سے بے دلیل ایک خط امتیاز کا کھینچ دینا ہے۔ علاوہ ازیں انجیلوں سے تو کہیں یہ پتہ نہیں لگتا کہ وہ ایسا بیخوف تھا جیسا مسٹر ہاروے اسکو بتاتا ہے اور پھر خود اناجیل کو بھی تو مسٹر ہاروے معتبر نہیں مانتا بلکہ اسکا یہ خیال ہے اور سچا خیال ہے کہ ان میں بہت سارے جھوٹے قصے اور مبالغہ آمیز کہانیاں درج ہیں پھر کیوں ممکن نہیں کہ اگر واقعی اناجیل میں یسوع کو بیخوف ہی ظاہر کیا گیا ہے۔ تو یہ بھی ان کتابوں کے دوسرے مبالغہ آمیز بیانوں کی طرح ایک مبالغہ آمیز بیان ہو کیونکہ یسوع کا ایک انسان ہونا مسلم امر ہے اور ڈرنا انسان کا خاصہ ہے۔ یہ پرلے درجہ کی حماقت ہے کہ اسقدر پر زور اور مضبوط شہادتوں کو اس بیہودہ بہانے پر رد کر دیا جاوے کہ یسوع ایسا بہادر تھا کہ وہ ڈر نہیں سکتا تھا۔

آگے چل کر مسٹر ہاروے کہتا ہے کہ سوال یہ نہیں کہ یسوع کہاں یا کس طرح مرا بلکہ یہ ہے کہ اس کی زندگی کیسی تھی۔ اور اس نے کام کیسے کئے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یسوع کی زندگی اور اسکے کاموں کی کوئی صحیح تاریخ ہمارے ہاتھ میں نہیں اور مسٹر ہاروے خود ہی ہمیں یقین دلاتا ہے کہ اناجیل میں جھوٹے قصے بھرے ہوئے ہیں اور یہ کتابیں ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ لیکن چونکہ انجیلوں کے سوا اور کوئی غلط یا صحیح تاریخ ہمارے ہاتھ میں ہی نہیں تو بالآخر اناجیل کیطرف ہی رجوع کرنا پڑے گا اور چونکہ مسٹر ہاروے

سکے خیال مین ہمین یسوع کے افعال کی پیروی کرنی چاہیئے اسلیئے ضروری ہوا کہ اس کی طرح ہم بھی جن اور بھوت نکالا کرین - پانی پر چلا کرین - پانی کی شراب بنایا کرین - اور اسی طرح کے سینکڑون اور کام کرین جن کو اب کھلے کھلے طور پر تاریکی کے زمانہ کے بیہودہ خیالات کہا جاتا ہے - اسلیئے کم از کم یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ جو کام خصوصیت سے یسوع نے کیئے وہ ہم نہین کر سکتے - یا یون کہو کہ وہ ہمین کرنے نہین چاہیئے شاید مسٹر ہاروے کہے گا کہ اگرچہ ہمین اسکے سے افعال نہین چاہیئے - مگر جو باتین اس نے کہی ہین ان کی پیروی کرنی چاہیئے تو پھر ہم سنجیدگی سے اس سے یہ سوال کرتے ہین اور جواب کی امید رکھتے ہین کہ دنیا مین کس قدر ایسے عیسائی ہین اور کیا خود مسٹر ہاروے بھی ان مین سے ایک ہے جنکے جب دائین گال پر تھپڑ لگایا جائے تو وہ دوسرا آگے کر دیتے ہین - اور اگر کوئی ان کو ایک میل ساتھ جانیکے لئے مجبور کرے تو وہ دو میل چلے جاتے ہین - اور ان سے کوئی کوٹ چھین لے تو وہ چغہ بھی ساتھ اتار دیتے ہین - اور اگر انکے ہاتھون سے کوئی گناہ کا ارتکاب ہو تو وہ اپنے ہاتھون کو کاٹ دیتے ہین - اور ان کی آنکھ گناہ کرے تو اسے باہر نکال پھینکتے ہین - ہم یہ نہین کہتے کہ ایسا کوئی بھی آدمی دنیا مین موجود نہین ہوگا - لیکن ہم ایسے عیسائیونکی ٹھیک تعداد معلوم کرنا چاہتے ہین اور اتنی بات ساتھ اور بھی معلوم کرنا چاہتے ہین کہ ایسے لوگ کہان رہتے ہین - آیا کسی پاگل خانے مین بند ہین یا باہر کھلے پھرتے ہین +

اصل بات یہ ہے کہ ایک طرف تو عیسائیون نے دیکھ لیا ہے کہ یسوع کے متعلق اناجیل مین بہت ساری فضولیات بھری ہوئی ہین اور دوسری طرف یسوع کی کورانہ عزت ان کے دلون سے محو نہین ہوتی خواہ وہ سوسائٹی کے ڈر سے ہو یا کسی اور وجہ سے جسکا معلوم کرنا ہمارے سے مشکل ہے - اب یسوع کو خدا تو نہین مانا جاتا لیکن ایک دیوتا کیطرح اس کی ایسی تعظیم کی جاتی ہے جو پرستش کی حد تک پہنچی ہوئی ہے کوئی فقرہ ایسا نہین جو بالخصوصیت یسوع ہی کے منہ سے نکلا ہو اور کوئی کام ایسا نہین جو بالخصوصیت یسوع ہی نے کیا ہو اور جس فقرہ یا کام کو آج عقلمندی کا فقرہ یا کام مانا جاتا ہو - لیکن چونکہ ایک بیہودہ عقیدہ دو ہزار سال سے عیسائی دنیا کے خون مین رچ گیا ہے - اسلیئے انکے خیالات پر ابھی تک اس سحر کا دباؤ پڑا ہوا ہے اور باوجودیکہ ان عقائد کو ظاہر الفاظ مین جھوٹے کہا جاتا ہے پھر بھی کسی نہ کسی رنگ مین انکی تائید کیجاتی ہے +

جب یسوع کی بڑائی ثابت کرنیکے تمام دوسرے ذرائع مین ناکامی ہوتی ہے تو پھر یہ کہا جاتا ہے

کہ جس بہادری سے اس نے موت کو قبول کیا وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہے۔ بفرض محال اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس نے بہادری سے موت کو قبول کیا تو یہ نتیجہ اس سے کیونکر پیدا ہو گیا کہ آدم کے بیٹون مین ایک بھی ایسا نہین جو اس سے بڑھ کر ہو۔ ابھی چند مہینے ہوئے ہین کہ مولوی عبد اللطیف صاحب نے جو افغانستان کے ایک مشہور عالم تھے اور تقوے اور فضیلت مین سارے ملک مین شہرت رکھتے تھے صرف ایمان کی خاطر موت کو بڑی بہادری سے قبول کیا اور پھر ان واقعات کو بھی دیکھنا چاہیئے جنکے ماتحت یسوع مارا گیا۔ مختصر الفاظ مین اسکا قصہ یہ ہے کہ پہلے وہ بڑھئی کا کام کرتا تھا پھر بھوتون کے نکالنے کا کام شروع کیا اور چند آدمی اسکے گرد جمع ہو گئے کچھ دھوبی اور کچھ مچھوے۔ لیکن با این ہمہ اسکے پاس اتنی جگہ نہ تھی جہان وہ سر رکھ سکتا۔ نہ اسکا کوئی گھر تھا اور نہ ہی بال بچے اور بیوی تھی جنکا اسے فکر ہوتا یا جنہین اسکا فکر ہوتا۔ اس بے سروسامانی کی حالت مین ایک مجمع کا اسکے گرد جمع ہو جانا حکام کی نظر مین فتنہ اور فساد کے اندیشہ سے خالی نہ تھا لیکن وہ ایک گمنام آدمی تھا اور اسکا گرفتار کرنا آسان نہ تھا۔ اس مشکل کو اسکے خاص الخاص حواری نے حل کر دیا اور تیس روپے لیکر اپنے آقا کو پکڑوا دیا۔ اور جب پکڑا گیا تو باقی کے حواری اور شاگرد بھی سب کے سب بھاگ گئے اور اسے تنہا چھوڑ گئے اب وہ حکام کے ہاتھ مین محض بیچارہ تھا۔ اور آخر یہودیون کی شہادت پر قتل کا حکم دیا گیا۔ گرفتار ہونیسے پہلی رات وہ ساری رات دعا اور گریہ وزاری کرتا رہا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس تمام قصے مین کونسی بات ہے جو خصوصیت سے یسوع کی بہادری اور بیخوفی کو ظاہر کرتی ہے۔ اسکے مقابلہ مین مولوی عبد اللطیف صاحب نے جو مسلمان احمدی شہید ہین بہت بڑھ کر جوانمردی دکھلائی۔ ان کی بہت بڑی جاگیر افغانستان اور برٹش انڈیا مین تھی۔ انکے شاگرد امیر کے بڑے بڑے عہدہ دار تھے۔ انکا گھر تھا اور بال بچے اور بیوی بھی تھی وہ اپنی پرہیزگاری اور علمیت کیوجہ سے سارے ملک مین شہرت رکھتے تھے اور جو بات سب سے بڑھکر انکی جوانمردی کو دکھلاتی ہے وہ یہ ہے کہ انکو بار بار موقعہ دیا جاتا تھا کہ اگر وہ توبہ کرین تو چھوڑ دئے جاوینگے اور ان کی ساری عزت اور جاگیر انکو واپس دیجاوے گی۔ بلکہ امیر نے خود بار بار ان سے یہ التجا کی کہ وہ مسیح موعود کے متعلق اپنے عقیدے سے توبہ کرین تو عزت اور احترام سے انکو رہا کیا جاوے گا مگر اس جوانمرد نے ایسی بہادری سے جس کی نظیر تلاش کرو تو ملنی مشکل ہو ایمان کو جسکے ساتھ ایک بیدردی کی موت تھی دنیاوی عزت وجاہ پر جسکے ساتھ ہر قسم کا امن اور آسایش تھی ترجیح دی۔ بات یہ ہے کہ یسوع کی بڑائی اسمین

نہین کہ اس نے بہادری سے موت کو قبول کر لیا۔ بلکہ اس بات مین ہے کہ اپنی قوم کی اصلاح کیخاطر
اس نے ایک لمبے اور دور دراز کے سفر کے مصائب اور شدائد بخوشی برداشت کئے اور افغانستان
اور کشمیر تک جا پہونچا۔ وہ یہودی جوان مشرقی ممالک مین آباد ہو گئے تھے۔ ان کو اپنے مغربی ہمقومون
سے جدا ہوئے اتنا عرصہ ہو گیا تھا کہ اگر حضرت یسوع مین سچا قومی جوش نہ ہوتا اور انکو حکم الہی کی
فرمانبرداری منظور نہ ہوتی تو وہ ان کی طرف خیال بھی نہ کرتے۔ یسوع کی تمام زندگی مین ایک بھی
واقع ایسا نہین جو اسکے برابر نمونہ ٹھہر سکے کیونکہ اس نے ہر طرح کی مصیبت اور تکلیف کو اپنی قوم
کی بہبودی کیخاطر اپنے اوپر گوارا کیا۔ اور یہ دراصل سب انبیاء کا عظیم الشان خاصہ ہے وہ صرف
سچائی کی تعلیم ہی نہین دیتے بلکہ اپنی قوم کی خاطر ہر طرح کے دکھ اور مصیبت کے برداشت کرنیکو تیار
ہوتے ہین۔ اس خصوصیت مین بھی ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم باقی انبیاء پر فضیلت رکھتے تھے
کسی نبی نے اسقدر تکالیف اور مصائب برداشت نہین کئے جسقدر کہ آپنے برداشت کئے اور
نہ ہی کسی نے اسقدر صبر اور استقلال دکھونکے برداشت کرنے مین دکھایا ہے جسقدر کہ آپنے دکھایا
تیرہ برس تک برابر آپ بڑے بڑے ظلمون اور عظیم الشان مصائب کو صبر سے برداشت کرتے
رہے اور اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اپنے لوگون کو دین حق کیطرف بلاتے تھے۔ ایک دفعہ قریش
نے اکٹھے ہو کر کہا کہ آپ ہمارے بادشاہ بن جائین اور ہمارے خزانون کے مالک ہو جائین لیکن یہ
وعظ چھوڑ دین تو آپنے ایسے استقلال کے ساتھ جس کی نظیر دنیا مین نہین ملتی۔ ان کو یہ جواب دیا کہ
اگر سورج میرے دائین اور چاند میرے بائین رکھ دیا جاوے تو مین اس کام کو نہین چھوڑ سکتا۔
کیا یسوع کی زندگی مین کوئی نمونہ اس قسم کا پیش کیا جا سکتا ہے۔ جب اس طرح سے قریش مایوس
ہو گئے تو پھر انہون نے اپنی تمام کوشش اس مین لگادی کہ اس نئے مذہب کا ابتدا مین ہی خاتمہ
کر دین۔ اور کوئی دقیقہ دکھ دینے کا نہ چھوڑا۔ لیکن آپنے اور آپ کے ساتھیون نے ہر ایک
دکھ اور تکلیف کو ایسے صبر اور تحمل سے اور ایسے استقلال سے برداشت کیا جس کی نظیر
کسی اور نبی یا اس کے پیروؤن مین تلاش کرنا عبث ہو۔ باوجود ان سب دکھون کے جو
اہل مکہ نے آپ کو پہونچائے۔ جب آپ نے مکہ فتح کیا اور وہی لوگ جنہون نے آپ کو دکھ
پہونچائے تھے سب کے سب آپ کے ایک لفظ سے اور اتفاقاً تہ تیغ ہو جاتے تو اسوقت

آپ نے وہ الوالعزمی اور عفو کا نمونہ دکھایا جو ساری دنیا کی تاریخ مین ایک انسان مین بھی نہین ملتا۔ یعنے سب کے سب کو بخشدیا۔ یہ وہ انسان کامل ہے جس کی نسبت واقعی طور پر یہ کہہ سکتے ہین کہ آدم کے بیٹون مین سے ایک بھی نہین جو اس سے بڑا ہو۔ وہ مصائب اور تکالیف کے زمانے مین بھی بڑا تھا اور پھر خوشحالی اور فتح کے زمانے مین بھی بڑا تھا۔ یہ دونون باتین اور کس کو نصیب ہوئین۔ پس وہی قابل تقلید نمونہ ہے۔ جسکا ہر ایک فعل پیروی کے قابل ہے۔ اور جس کی پیروی سے انسان فرشتون مین داخل ہو سکتا ہے ✣

تازہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(جو ۴۔ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کو ہوا)

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ✣

"التماس ضروری"

حضرت اقدس کے اُس تاکیدی ارشاد کے بعد ہمین اس رسالہ کے اجرائی و شیوع کی اصل اغراض و مقاصد ظاہر کرنے کے اسلام کو جملہ مخالفین کے مہلک حملون کی باد صرصر سے بچانے اور اسکے قالب مردہ مین روح حیات ڈالنے اور اہل اسلام مین دوبارہ روحانیت پیدا کرنے اور عوام الناس کو ضلالت و جہالت کے خطرناک گڑھے مین گرنے اور مخالفین کے دام تزویر سے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا تھا اب اسکے قیام و استحکام کے بارہ مین اعانت اشاعت رسالہ کی تحریک کی غرض سے لمبے چوڑے الفاظ مین کچھ زیادہ قلم فرسائی کرنا ہمارے نزدیک غیر ضروری اور محض تحصیل حاصل ہے کیونکہ امام صادق علیہ السلام نے اپنی جماعت کو اپنے اس ارشاد مین جس قدر تاکید اکید فرمائی ہے اور حد سے بڑھے ہوئے پرزور الفاظ مین اپنے مخلصین کو اسکی خریداری کیجانب ملتفت کرنا چاہا ہے اس سے بڑھکر اور کوئی تاکید نہین ہو سکتی۔ کیا اپنی جماعت کے مخلص و پُرجوش باہمت احباب کے لئے حضرت اقدس کی جانب سے یہ کچھ کم تاکیدی الفاظ تھے کہ "مین پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اسطرف توجہ دلاتا ہون کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد مین جہانتک اُن سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلاوین جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی مین میری منشاء کے مطابق میری اغراض مین مدد دیگا مین امید رکھتا ہون کہ وہ قیامت مین بھی میرے ساتھ ہوگا۔" حضرت اقدس نے صرف انہی الفاظ پر ہی اکتفا نہین کی بلکہ اس رسالہ کی خریداری و مالی اعانت کے واسطے مکرر الفاظ ذیل مین تاکید فرمائی ہے کہ "تمہین معلوم نہین کہ اسوقت رحمت الہی اس دین کی تائید مین جوش مین ہے واقعی وہی شخص اس جماعت مین داخل سمجھا جاویگا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ مین خرچ کریگا۔ مین بار بار کہتا ہون کہ اس خدمت مین جان توڑ کوشش کرو۔"

یہ تو اس ارشاد حضرت اقدس مین سے چند کلمات بغرض آگاہی مخلص احباب کے نقل کئے جاتے ہین ورنہ ویسے تو اس ارشاد کا ہر ایک لفظ تاکید مجسم ہے اپنی جماعت کو اس رسالہ کی اعانت کے لئے سخت تاکید فرماتے ہوئے اُس ارشاد کی آخری سطور مین ظاہر فرمایا ہے کہ اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہکر اس بارہ مین کوشش کرین تو دس ہزار خریدار کا پیدا ہونا کوئی بڑی بات نہین ہے بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد خریداری بہت کم ہے"

اگرچہ حضرت اقدس کے اس تاکیدی ارشاد کے نکلنے پر ابتدائی تازہ جوش مین اپنی جماعت کے [illegible] احباب نے [illegible] کی امداد

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

اور اشاعت میں حتی الوسع بہت سعی فرمائی - اور اپنے اخلاص مندی ہمت کا ایک قابل تقلید نمونہ دکھلایا اور اسی کوشش کا ثمرہ ہے - کہ تعداد خریداری ۹ سو سے اٹھارہ سو بیس و چند تک پہونچ گئی ہے - مگر ایام حال میں اپنے مخلص احباب کی اس طرف توجہ فی سبیل اللہ کی رفتار میں کسیقدر بہ نسبت اوایل کے نرمی سی دکھائی دی ہے حالانکہ ابھی رسالہ کی خریداری کو اس تعداد تک پہونچنے میں بہت کمی ہے جس تعداد تک پہنچانیکا امام صادق علیہ السلام نے اپنے ارشاد مبارک میں ارادہ ظاہر فرمایا ہے اس ڈھیلا پن کا بجز اسکے کوئی اور باعث نہیں کہ تاحال اپنی جماعت کے جملہ افراد کے کانوں تک اس ارشاد حضرت اقدس کے پر زور تاکیدی الفاظ کی آواز نہیں پہنچی ورنہ کہاں اس پاک جماعت کے مخلص احباب کے پرجوش دل اور اپنے پیارے امام کے ارشاد پر قربان ہونیوالی روحیں - اور کہاں ایسے تاکیدی حکم کی تعمیل میں اسقدر کم التفاتی! اس دو لاکھ سے بھی زیادہ احمدیہ جماعت کے احباب سے اگر پانچ فیصدی بھی ایسے مخلص نکل آویں جو کم از کم فی کس ایک ایک رسالہ کے خریدار بنیں تاہم تعداد خریداری دس ہزار سے بڑھ جاتی ہے +

حضرت اقدس کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل اور اس رسالہ کی مفاد اس امر کے مقتضی ہیں کہ احمدیہ جماعت کا کوئی فرد خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اس رسالہ کی خریداری سے محروم نہ رہے - تمام ممالک غیر امریکہ و یورپ وغیرہ میں اس رسالہ کے مضامین نے ایک تہلکہ سا مچا دیا ہے جس سے مخالفوں کے دلوں میں بھی تلاش حق کی تحریکیں پیدا ہوگئی ہیں حال ہی میں استمبولیا سے ایک یوروپین کی چٹھی آئی ہے جس میں وہ اس رسالہ کے مضامین کی دلچسپی کو ایک عاشقانہ پیرایہ میں ظاہر کر کے کہتا ہے کہ اسکے پر حقایق دلچسپ مضامین میں متلاشی حق کیلئے صداقت کی ایک کھلی راہ ہے امید ہے کہ اسکے مقناطیسی اثر سے اور بھی بہت لوگ ضرور متاثر ہونگے کیوں نہ ہو - پیارے امام صادق کی تحریرات سے سعید فطرت و سعادت کیش روحیں کبھی بھی بے اثر نہیں رہ سکتیں چہ جائیکہ اپنی جماعت کے مخلص احباب کے دلوں میں احکام کی بجا آوری کا خیال و تحریک پیدا نہ ہو - بمشیت ایزدی میں جو کام ہونا ہے اور جن اغراض کیلئے اسکا امور آیا ہے وہ سب ہو کر ہی رہینگی - یہ تو صرف جماعت کے واسطے ثواب عقبیٰ حاصل کرنیکا ایک موقعہ حسنہ ہے - مادر من قال سے بہشت این اجر نصرت راد ہندت اخی ورنہ خود قضا آسمانست این بجای خود بپاید حسنات دارین حاصل کرنے کا عین وقت ہے - اللہ تعالیٰ جملہ احباب کو اس کار خیر میں ہاتھ بٹانے کی توفیق بخشے تا کہ اپنے امام پاک کے احکام پر عمل کر کے سابق بالخیرات بنیں - آمین - ثم آمین - والسلام —

بشیر

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام حکیم ... قادیانی ... چھپا